

رجسٹرڈ ویل نمبر ۲۶۵۰

ماہنامہ

ششم

بھیر
پنجاب

مدیر مغل
ظہور احمد گوی

معاون مدیر
سید ذریع الحق قادری میرٹھی

بنیادگار

اعلیٰ حضرت جامع الشرائع الطریقہ فخر العلماء قدواس مین زبد العارفین امام العاشقین مولانا محمد امجد علی گڑھی مدظلہ
من جانب

ارکین حزب الانصار بھیرہ (پنجاب)

انراض و مفاصل

۱، اندرونی و بیرونی حلقوں سے اسلام کا تحفظ۔ تبلیغ و اشاعت اسلام
۲، اصلاح رسوم
۳، احیاء اشاعت علوم و نبیہ

قواعد و ضوابط

۱، رسالہ کی عام قیمت ڈیڑھ روپیہ سالانہ مقرر ہے۔ پندرہ روپیہ دی۔ بی۔ پی۔ پانچ آنے زیادہ خرچ ہوتے ہیں جو صاحب
یا خریدنے یا اس سے زیادہ رقم بغرض اعانت ارسال فرما دیں گے وہ معاون خاص تصور ہونگے۔ ایسے حضرات
کے اسمائے گرامی شکر کے ساتھ درج رسالہ شہاد کریں گے
۲، غریب و مفلس اشخاص اور طلباء کیلئے رعایتی قیمت سالانہ ایک روپیہ مقرر ہے۔
۳، ارکان حزب الانصار کے نام رسالہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ چندہ رکنیت کم از کم ۴۰ روپے یا تین روپیہ
سالانہ مقرر ہے۔

۴، نمونہ کا پرچہ تین آنے کے ٹکٹ ارسال کرنے بھیجا جاتا ہے۔ مفت نہیں بھیجا جاتا۔
۵، رسالہ ہر انگریزی ماہ کے پہلے عشرہ میں ڈاک میں ڈالا جاتا ہے۔ دیہات کے چھٹی رسالوں کی غفلت
سے اکثر رسالے راستہ میں تلف ہو جاتے ہیں۔ اس لئے جن صاحبان کو رسالہ نہ ملے وہ مہینہ
کے اخیر میں اطلاع دے دیا کریں۔ ورنہ دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔
جملہ خط و کتابت و ترسیل زر

بن
مینجر رسالہ شمس الاسلام بھیرہ پنجاب، ہونی چاہئے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شمس الاحلام

بھیرہ پنجاب

جلد ۶	بابت ماہ اپریل ۱۴۳۵ھ مطابق ماہ محرم ۱۴۳۵ھ	نمبر ۲
نمبر شا	فہرست مضامین	صفحہ
۱	معارف قرآن	۲
۲	آفتاب رسالت کی لمعائیں	۷
۳	عالم روحانیت کی سیر	۷
۴	تاریخ و عبر	۹
۵	رشحاتِ ادرت و شذرت	۱۱
۶	باب اور بیٹے کی علمی جنگ	۱۵
۷	دفترش الاسلام میں ملا دقیانوس کی آمد	۱۹
۸	تشکر و امتنان	۲۰
۹	حزب الانصار کے وفد کا تذکرہ تبلیغی دورہ	۲۲
۱۰	نصرتہ الحدیث	۲۲
۱۱	سلمانوں کی از دو اچی زندگی اور اس کے صفت حد	۲۶
۱۲	پنجاب کے آریہ مترول سے سوالات	۳۴
۱۳	فسخ نکاح مرثہ اور اسلامی قانون	۳۶
۱۴	فرقہ اہل حدیث کا کارنامہ تحریف اقوال	۳۹
	سوان مدیر	
	ملا دقیانوس کے قلم سے	
	(مدیر)	
	مولوی حبیب الرحمن صاحب انطی	
	سوان مدیر	
	ایک نو مسلم کے مقتلم سے	
	حضرت مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب گیار	
	مولانا محمد نذیر صاحب عرشی	

معارف قرآن !

سورۃ الفاتحہ کی تفسیر

اس سورت مقدسہ کے بارہ نام ہیں۔ ۱۔ فاتحۃ الكتاب، ۲۔ سورۃ الحمد، ۳۔ القرآن، ۴۔ سبح المثنیٰ۔ ۵۔ الکافیہ، ۶۔ الوافیہ، ۷۔ الاساس، ۸۔ الشفاء، ۹۔ الصلوٰۃ، ۱۰۔ السؤل، ۱۱۔ سورۃ الشکر، ۱۲۔ سورۃ الدعاء۔ اس کو فاتحۃ الكتاب اور ام القرآن اس لئے کہتے ہیں۔ کہ یہ قرآن کی اصل ہے۔ اسی قرآن پاک شروع ہوتا ہے۔

یہ سورۃ کس جگہ اُتری؟ اس میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ مکہ میں اُتری ہے۔ دوسرا یہ کہ مدینہ میں اُتری ہے۔ اور تیسرا یہ کہ اول مکہ میں اُتری اور دوبارہ مدینہ میں۔ اس سورۃ کے فضائل حد شمار سے باہر ہیں۔ ہم صرف دو بڑی بھاری فضیلتوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ پاک فرماتے ہیں۔

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِ | البتہ شک ہم نے تجھ کو وہ سات آئیں غنائت کی ہیں جو بار بار
والقرآن العظیم ۶ | پڑھی جاتی ہیں۔ اور یہ بہت بڑی پڑھنے کی چیز ہے۔

یعنی یہی وہ سورۃ مقدسہ ہے جو ایک مسلمان کیلئے لازمی طور پر پڑھنے سمجھنے اور عمل کرنے کی چیز ہے۔ اسلام کی اعتقادی و عملی زندگی کا سنگ بنیاد ہے۔ اس میں عبدیت کے تمام لوازم اور محبت الہی کے تمام مارج بیان کر دیئے گئے ہیں۔ یہ سات آئیں پورے قرآن کا خلاصہ ہیں۔ قرآن میں جو کچھ ہے۔ وہ سب کچھ اس میں بالاجمال موجود ہے۔ جس نے اس سورۃ مقدسہ کے مفہوم و مفاد کو کما حقہ ذہن نشین کر لیا۔ اس نے گویا تمام قرآن اور اسلام کو سمجھ لیا۔ مگر آہ! کیسی بدنصیبی اور کدورتی ہے کہ سورۃ فاتحہ نمازوں میں اور خارج میں بکثرت تلاوت کی جاتی ہے مگر اس کا مفہوم و مفاد فیصدی پانچ مسلمانوں کو بھی معلوم نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نمازیں بے اثر ہیں اور ان کی عملی زندگی میں اسلام کی اخلاقی و روحانی قوتوں کا ظہور نہیں ہوتا۔ سورۃ الفاتحہ کا ترجمہ یہ ہے :-

الحمد لله رب العالمين | سبح تو تعین اللہ کے لائق ہیں جو دونوں عالم کے مرقی ہیں۔
يوم الدين | اياك نعبد و اياك نستعين | جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں جو مالک ہیں روزِ جزا
اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت | ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ اور آپ ہی سے استعانت
عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين | چاہتے ہیں۔ ہم کو سیدھا راستہ بتلا دیجئے۔ راستہ اُن لوگوں
| کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے۔ نہ کہ اُن لوگوں کا راستہ جن

پر آپ کا غضب ہوا۔ اور نہ اُن لوگوں کا جو گمراہ ہو گئے۔
حمد کی تعریف اور اس کے اسرار و نکات | حمد و شکر کا مفہوم قریب قریب ہے فرق

صرف یہ ہے۔ کہ شکر سے حمد عامہ ہے خواہ صفات پر ہو یا احسان پر اور شکر مخصوص بالا احسان ہے۔ لیکن یہ بھی عامہ ہے۔ خواہ زبان سے ہو یا قلب سے۔ ثناء صرف زبان ہی سے ہوتی ہے۔

حمد باب سبع سے ہے حَمْدٌ لِحَمْدٍ حَمْدٌ لِتَوْحِيدٍ کرنا۔ اسی کے معنوں میں ایک لفظ "مدح" بھی ہے۔ حمد اور مدح میں کئی وجہ سے فرق دانتیاڑ ہوتا ہے

۱، مدح جاندار اور غیر جاندار سب کی کی جاسکتی ہے، تو مدح حمد سے عام ہوتا۔

۲، مدح قبل احسان اور بعد احسان کے بھی ہو سکتی ہے۔ اور حمد صرف احسان کے بعد ہوتی ہے۔

۳، مدح کبھی شرعاً ممنوع بھی ہوتی ہے بخلاف حمد کے کہ وہ ممنوع نہیں۔

۴، مدح وہ قول ہے جو فضائل کے انواع میں سے کسی نوع سے مخصوص ہو بغیر تعین کے اور حمد وہ قول ہے جو کسی معین فضیلت کے ساتھ خاص ہو۔ اور وہ فضیلت انعام و احسان کی ہے۔ نیز مدح افعال اختیاریہ

اور غیر اختیاریہ دونوں پر ہوتی ہے۔ اور حمد محض اختیاری افعال پر ہوتا کرتی ہے۔ (تفسیر کبیر)

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

الحمد لله الام للاختصاص يقال الماد لزيد | الحمد لله في لام واسطه خصوصيت كے ہے۔ کہا جاتا ہے
والجملۃ الحمد لله الاسمية والثناء على استعرا | زید کا گھر۔ اور جملہ خبریہ اسمیہ ہے جو اسحق کی ہمیشگی پر لالت
لاستحقاق قصد بهما الثناء بمضمونهما | کرتا ہے۔ اس سے مقصود ثناء کا مضمون ہے۔ اور اس
وفيه تعليم وتعدیه قول الحمد لله حق | میں تعلیم ہے۔ اور اس کی تقدیر یوں ہے۔ کہ کہو الحمد لله
يناسب قوله ايّاك تعبد (تفسیر مظہری ص ۵۸) | تاکہ قول ایاک تعبد کے مناسب ہو جائے۔

اس تقدیر سے سوامی دیانند جی کے اس مشہور اعتراض کی جڑ کٹ گئی جو انہوں نے اپنی جہالت و حماقت سے اس سورہ مبارکہ پر کیا ہے یعنی اس میں ہمیں تعظیم دی گئی ہے۔ کیوں کہا کرو کہ تمام تعریفیں ذاتِ کبریا کے لئے ہیں جو عالم کا پروردگار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے احمد اللہ کیوں نہیں فرمایا؟ | پڑھنے والا یا تو غرور و اصد ہوتا ہے۔ یا کبھی۔
اس لئے احمد اللہ یا محمد اللہ یعنی میں
اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں۔ یا ہم اللہ

تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں فرمانا چاہئے تھا۔ مگر خدا نے حکیم و بصیر نے بجائے ان کے الحمد لله فرمایا ہے اس کی کیا وجہ؟ سو اس کی کئی وجہ ہیں۔

۱، احمد اللہ کے معنی ہیں حمد کرنا ہوں میں اللہ کی، تو اس سے یہ پایا جاتا ہے۔ کہ اس کا قائل اللہ تعالیٰ کی حمد ادا کرنے پر قادر ہے۔ حالانکہ اس کی حمد ان کہی نہیں سکتا۔ اس سے بابت کی بو آتی ہے۔ اور جتنا آہی میں عاجزی۔ انکساری۔ اور دماندگی قبول ہے۔ اس لئے الحمد لله کہا گیا۔ کیونکہ اس لفظ کے

کہنے سے یہ بات پائی جاتی ہے۔ کہ اللہ حمد کرنے والوں کی حمد کرنے سے پہلے ہی محمود یعنی مستحق حمد تھا۔ ازل سے ابد تک ایسا ہی ہے۔ وہ قدیم حمد والا ہے اور قدیم کلام والا ہے۔ خواہ دنیا میں اُس کی حمد کرنے والا ایک بھی انسان موجود نہ ہو۔

۲۔ ہر جو الحمد للہ کہتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ حمد و ثنا اللہ کا حق اور پاک ہے۔ وہ حمد کا مستحق ہے اس لئے کہ اُس کی نعمتیں اپنے بندوں پر بہت ہیں۔ اور اس کے احسان بے انتہا ہیں۔ اس بنا پر الحمد للہ کے معنی یہ ہوئے کہ سب حمد اللہ کے لئے ہے۔ یاں طور کہ اس کی ذات قدیم سے اس کی مستحق ہے۔ اگر الحمد للہ کہا جاتا تو اس کا مستحق ذاتی حمد مہمان نہ پایا جاتا۔

۳۔ اگر آدمی احمد اللہ کہے تو اس سے یہ تو پایا جائیگا کہ اُس نے اللہ کی حمد کی گر اُس کی شان کے لائق حمد نہ ہوگی اور الحمد للہ کہنے میں یہ خوبی ہوگی اسیہ معنی ہونگے کہ میں کون ہوں۔ جو اُس کی حمد کر سکوں۔ وہ تو سب حمد کرنے والوں کی حمد سے محمود ہے۔ یہ ایسا ہے جیسے اگر کوئی تم سے پوچھے کہ فلاں شخص کا تم پر کوئی احسان ہے۔ اور تم اس کے جواب میں کہو۔ کہ مجھ پر کیا بلکہ تم جہاں پر اس کے احسانات ہیں۔

۴۔ حمد کا علاقہ دل سے ہے یعنی یہ اعتقاد رکھنا کہ فلاں شخص جس کی میں حمد کرتا ہوں۔ انعام اور فضل کرنے والا ہے۔ اور تعظیم احوال کا مستحق ہے۔ اور اگر آدمی احمد اللہ کہے۔ تو ایسی حالت میں زبان سے کہیگا۔ گردل اس کی تعظیم سے غافل ہوگا۔ یہ کہنا جھوٹ ہوگا۔ کیونکہ خبر یہ ہے کہ میرا دل تمہاری تعظیم و حمد کر رہا ہے۔ حالانکہ اس کا دل اس سے غافل ہے۔

یہ ہیں چند وجوہات جن کی بنا پر الحمد للہ کی جگہ الحمد للہ کہا گیا۔ سبحان اللہ قرآن پاک کا کیا معنوی لفظی اعجاز ہے۔ جس سے حکمت و دانائی و تدبیر آتی ہے۔ اور دل مجتہا آہی سے لبریز ہو جاتا ہے یہی وہ اعجاز ہے جس نے قرآن پاک کا کلام آہی ہوا آفتاب سے زیادہ روشن کر دیا۔ اور دنیا جہان کے قصائد و بلاغ اس کے سامنے گنگ ہو گئے۔ سبحان اللہ عما یصفون :

آفتابِ سالت کی لمعائیاں

چار چیزیں چار چیزوں کو زائل کرتی ہیں !!

جس طرح آفتاب و مانتاب اس مادی عالم کی تمام ظلمتوں اور تاریکیوں کو دور کرتے اور اس کی ترقی کیسے حرارت و روشنی مہیا کرتے ہیں۔ اسی طرح نبی اسلام روحانی دنیا کے میٹھے اعظم نبی اکرم کی ذات اقدس عالمِ خدائی کے لئے آفتاب کا حکم رکھتی ہے۔ اگر آپ دنیا میں آکر دنیا والوں کو ہدایت کی روشنی و حرارت نہ دیتے تو قلوب و ارحام کی دنیا پرستور تاریک رہتی۔ اور دنیا سے انسانیت کبھی کی مفقود ہو چکی ہوتی۔ پس یہ ایک حقیقت ہے کہ اس آفتاب

حوادث و روشنی جس قدر شدت کے ساتھ قلوب و ارواح پر پڑے گی۔ اُسی قدر کثرت کے ساتھ دُنیا میں مادی و اخلاقی اور روحانی ترقی ہوگی۔

آپ کے پاکیزہ اقوال اور اُن کی تعمیل و تکمیل انسانیت کو سراجِ کمال پہنچاتی ہے۔ اور عقل و فطرت کی صحیح رہنمائی کرتی ہے۔ مگر افسوس صدہزار افسوس کہ مسلمانوں کے دلوں سے رسول اللہ کے نقوشِ محبت و عقیدت مٹتے جاتے ہیں۔ اور وہ اپنے آقا کے درس کو بھولتے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان پر دُنیا جہان کی بد بختیاں، ذلتیں پستیوں اور فتنیں سوار ہیں۔ اور وہ غلامانہ و محکومانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔

جس طرح قرآن پاک اپنی فصاحت و بلاغت اور حقیت میں اعجازِ کاکلم رکھتا ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال حکمت و دانائی کی جان ہیں۔ جن کی حقیقت افزوی اور بصیرت نوازی انسان کو عظمتِ اخلاق اور پاکیزگی حیات کی انتہائی بلندیوں پہنچاتی ہے۔ دیکھیے حضور کا ارشاد و گرامی ہے۔

اربعۃ جواهر فی جسم نبی ادم یزید لہا ربحۃ
اشباہ اُمّ الجواہر فاعقل والدین والحماء
واعقل الصالحۃ فالغضب یزید العقل
والحسد یزید الدین والطمع یزید الحیار
والغیبة یزید العمل الصالح
ہے۔

یہی وہ چار قیمتی جواہر ہیں جن کے امتزاج و اشتراک سے اسلام کی اخلاقی و روحانی زندگی استوار ہوتی ہے۔ اور ان کے زائل ہونے سے انسان انسانیت کے درجہ سے گر کر اسفل السافلین میں جا گرتا ہے۔ اس میں حضور نے جو ہر عقل کو دین سے معتمد بیان فرمایا ہے جس سے اس جوہر نفیس کی قدر و قیمت ظاہر ہوتی ہے۔ اور اسی کے متعلق خصوصیت کے ساتھ ہم نے کچھ وضاحت کے ساتھ عرض کرنا ہے۔

ہر صاحبِ فہم و شعور جانتا ہے کہ سچے مذہب اور عقل سلیم کا اتباع انسان کے فرائضِ اولین میں سے ہے۔ اور ان ہی دونوں کی اطاعت پر اس کے برکات و کمالات اور حقیقی کامیابی حاصل کرنے کا انحصار ہے۔ قوموں کو سعادت و ہدایت تک پہنچانے کے لئے صرف عقل کو ہی مقفل چیز نہیں جب تک اس کے ساتھ دین یعنی خدائی نشانات اور آسمانی ہدایات نہ ہوں۔ اسی مناسبت و تعلق کی وجہ سے حضور نے جو ہر نفیس عقل کے بعد دین کو بیان کیا ہے اس ضمن میں یاد رکھنا چاہیے کہ دین ایک عام حاسہ ہے جو مشتبہ چیزوں کو عقل پر کھولتا ہے۔ اور عقل کو وسائل سعادت کی طرف لے جاتا ہے۔ عقل بادشاہ ہے۔ جو اس حاسہ یعنی دین کی معرفت حاصل کرتی ہے۔ اور دین کے عطیات حاصل کرنے کا سبب ہے۔ ذہن پر جب دین کے معتقدات اور حدود و اعمال منکشف ہو جائیں۔ تو وہ کہے ان کا انکار کر سکتی ہے۔ پس جیسے جو اس غصہ کے حدود اور کام علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ایک کا کام دوسرے سے نہیں لیا جاسکتا۔ اسی طرح عقل کی ایک حد اور ایک کام ہے جس سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتی۔

معلوم ہوا کہ مذہب کی صداقت اور صحت کا مدار عقل پر نہیں۔ اور عقل علوم الہیہ کا کماحقہ اندر اک و احاطہ کرنے سے قطعاً قاصر ہے۔ بلکہ خود دین عقل کی تربیت اور اُس کی رہنمائی کرتا ہے۔ عام لوگوں کا یہ منصب نہیں کہ وہ دین کی تمام باتوں کو عقل کے ذریعہ معلوم کرنے کی سعی لا حاصل کریں کیونکہ عوام نامعلوم باتوں کے دشمن ہوتے ہیں۔ اس لئے جو بات ان کی سمجھ میں نہ آوے گی۔ وہ سرے سے دین ہی سے انکار کر بیٹھیں گے۔ حضور کا ارشاد ہے۔ تکلم الناس علی قدر عقولہم گوینا سے اُن کی عقل و سمجھ کے مطابق کلام کرو۔

البتہ اگر کسی کی جو طبیعت فطرۃً اس کے مناسب ہو۔ اس کو بیشک یہ منصب حاصل ہے۔ کہ وہ عقل و دین کے احکام کو باہم مطابق کرے۔ مگر ایسی فطرت رکھنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ یہ زمانہ عقل و نقل کی جنگ کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ جہل و حق کے پتلے بیش و عشرت کے دلدادے اور عقل و خرد باختہ دین کو سراسر عقل کا محکوم بنا دینا چاہتے ہیں۔ یہ نا سمجھ انسان نہیں جلتے کہ بجا رہی عقل معلوم الہیہ کی کہ نہ کو کیا خاک معلوم کر سکیگی۔ وہ تو محسوسات کی ہی حقیقت و ثابت معلوم نہیں کر سکتی۔

یاد رکھو دنیا میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو عقل و فطرت کے عین مطابق ہے۔ ان کے اتباع پر نہ دیتا ہے۔ اور عقل و شعور سے کام نہ لینا اپنے آپ کو انسانیت کے درجہ سے گرانہے۔ اور مذہب کو ادہم و خرافات کا مجموعہ بنا لیتا ہے۔ آج مسلمان کیوں پست و ذلیل ہیں؟ ان پر کس وجہ سے توفی و سعادت کی راہیں بند ہیں؟ اور انہوں نے اپنے مذہب میں کس لئے دہمی اور فرضی باتوں کو داخل کر لیا ہے؟ اس لئے کہ وہ عقل و شعور سے کام لینا نہیں جانتے۔ اسی سبب سے گویا اُن کی قوت عملیہ مژدہ ہو چکی ہے۔

انسان میں قدرت کا بلکہ نے دو چیزیں ودیعت کی ہیں۔ قوت عقلیہ یا علمیہ اور قوت عملیہ یعنی ایک قوت نفع نقصان کی چیزوں کو پہچاننے اور جاننے کی ہے۔ اور دوسری قوت اس کے مطابق عمل اور حرکت کرنے والی ہے۔ سوچ و عقل کا کام نفع و ضرر اور نیک و بد میں تمیز کرنا ہے۔ اور قوت عملیہ عقل کے فتوے کے مطابق عمل کو وجود میں لاتی ہے سوچ و عقل سے کام نہ لے۔ وہ یقیناً قوت عملیہ سے محروم ہوگا۔

الغرض جو عقل کی تربیت و پرورش اور اس کی حفاظت و نگہداشت اس ارشاد رسول کے مطابق ایک مسلمان کا مقدم اور اہم فرض ہے۔ کیونکہ اس کا نقصان و فقور انسان کو ہلاکت و تباہی کی طرف لے جاتا ہے۔ عقل کو صلاح کرنے والی چیزیں چھ ہیں۔ (۱) حسد (۲) کینہ (۳) بغل (۴) خود غمائی (۵) خود پسندی (۶) غصہ۔ یہ امراض عیاس کو مختل کر دیتے اور عقل کی قوت اور استعداد کو کھو دیتے ہیں۔ ان امراض کا حملہ اس درجہ قوی ہوتا ہے کہ عقل پاگل بن جاتی ہے۔ ان امراض کا مریض مرض کو صحت، باطل کو حق، ظلم کو انصاف اور بد کو نیک سمجھنے لگ جاتا ہے۔ اور بڑے بڑے عاقل و دانا ان سے مسحور اور بے بس ہو جاتے ہیں۔

عالم روحانیت کی سیر

اسلام کی روحانی تعلیم کی مذاہب عالم پر شاندار فتح

اسلام کے ظہور سے پہلے ہندوؤں اور عیسائیوں کی روحانی تعلیم میں سب سے بڑا نقص و فتور یہ تھا کہ ان یہاں خدا طلبی اور دنیا داری دو متضاد چیزیں تھیں۔ روحانی تعلیم و ترقی خواص کے لئے مخصوص تھی۔ عوام کو اس سے بالکل محروم رکھا جاتا تھا۔ وہ اس قابل ہی نہ تھے کہ دنیا دار ہوتے ہوئے خدا تک پہنچ سکیں۔ وہ مجبور تھے۔ یا خود ا کے لئے دنیا چھوڑ دیں۔ اور یا دنیا کے لئے خدا کو چھوڑ دیں۔ ہندویت اور عیسائیت کے ملنے والوں کی اخلاقی و روحانی فلاح و بہبود صرف اس امر میں تھی کہ وہ روحانی پیشواؤں کی خدمت و تعظیم کرتے ہیں۔ اور ان کو ہر طرح راضی رکھیں چنانچہ ہندوؤں کے یہاں تو غریب شوہروں کو اس قابل بھی نہیں سمجھا گیا۔ کہ ان کے کانوں میں دُلی کا آواز نہیے۔ اور وہ براتما کا کلام سن سکیں۔

اسلام سے پہلے اخلاق و روحانیت کی کیا حالت تھی؟ مندروں اور کنیوں کے پوجاری عام لوگوں پر حکمت کرتے تھے۔ اخلاق و روحانیت کے نام پر خدائی منصب حاصل کئے ہوئے تھے۔ نجات کے ٹھیکیدار بنے ہوئے تھے۔ اگرچہ ترک دنیا کا وعظ کرتے تھے۔ مگر اکثر چونکہ قوانین قدرت کی خلاف ورزی کرتے تھے۔ اس لئے انسانی آنکھوں سے اوجہل ہو کر ظاہری تقدس کی آڑ میں بدستیاں اور سیاہ کاریاں کرتے اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ بڑے ترک و احتشام سے نشان و شوکت کا لباس پہن کر مجمع عام میں آتے تھے۔ اور خود اپنے بنائے ہوئے لکڑی پتھر پیل کے بتوں اور صلیب کے سامنے سر جھاک کر لوگوں کو نہایت ہی بہبود اور مصل و ہمہ پستی اور شرک کی باتیں سکھاتے تھے۔ ان میں سے اکثر تارک الدنیا لوگوں نے بیشک بڑی بڑی تھن دیا ضنیں اور مشقتیں کیں۔ اور ان مشقتوں کے ذریعہ اپنے زعم باطل میں خدا تک پہنچا جاوے۔ مگر چونکہ فطری جذبات کو پا مال کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے دامنے ناکامی کہ ان کی تمام جانکا ہیماں اور نفس کشیاں کچھ زیادہ مضید اور نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئیں۔ ہاں یہ ضرور ہوا کہ ان کی مخلصانہ جہد و طلب سے ان میں روحانی تا ثیر پیدا ہو گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے سوا دنیا کے کسی مذہب نے آج تک دین و دنیا کا صحیح مفہوم اور باہمی تعلق ہی نہیں سمجھا۔ پھر ان سے خدا شناسی اور خدا رسی کی کئی امید رکھی جاسکتی ہے؟

روحانی دنیا کے پیشوا عظیم کاظمیؒ جب خالق کائنات نے یہ دیکھا کہ میری محبت کا دم بھرنے والے اور مجھ تک پہنچنے کی آرزو رکھنے والے باوجود طلب صادق اور با ضیات مشافہہ سمجھ سے نا آشنا اور دور رہی ہیں۔ تو ان ناکامیوں کی حالت پر اللہ پاک کو رحم آیا۔

اور انسانوں کو راہ حق دکھانے اور بندوں کو خدا سے لانے کے لئے اپنے حبیب خاتم المرسلین رحمۃ اللعالمین سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ظلمت کدہ عالم میں رونق افروز کیا۔ آپ نے سندویت اور عیسائیت کی اندھی بہری کو کئی بجی بنگڑی اور گمراہ روحانیت کو بخورد کھیا۔ پرکھا اور پھر صاف طور پر اعلان کر دیا۔ کہ لامہبانیت فی الاسلام یعنی اسلام میں ترک دنیا نہیں۔ بلکہ الدنیا موزعۃ الاحسن۔ دنیا تو آخرت کی کیتی ہے۔

آپ نے بتلایا کہ خدا کو تلاش کرنے کے لئے آبادیوں سے دور پہاڑوں اور غاروں میں جانے کی نفرت نہیں۔ یقیناً اقبی الیہ من جبل الوردید۔ وہ رگ جان سے بھی قریب ہے۔
وفی انفسکم افلا تبصرون ہ وہ تمہارے نفسوں ہی میں ہے۔ کیا تم دیکھ نہیں سکتے؟ اَیْنَمَا تَوَلَّوْا فَوَلَّوْا وَجْہَ اللّٰہِ۔ جہر نہ کرو۔ اُدھر اللہ ہی الٹا ہے۔

مدنی آقائے صاف طور پر اعلان کر دیا کہ حقیقت کے مستلشیو! اور حقیقی روحانیت سے جھکے ہوئے انسانو! تمہاری روحوں کو جس چیز کی تلاش جستجو ہے۔ وہ تمہارے اندر ہی موجود ہے۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ۔ جس نے اپنے نفس کی معرفت حاصل کر لی۔ اُس نے خدا کو پہچان لیا۔ پھر تم اس کو باہر کیوں تلاش کرتے ہو۔ اور اُسے ملنے آرزو میں کیوں اُسے بعد واجبت حاصل کئے ہو۔ آپ نے بتلایا کہ جیم خدا نے تمہیں اس لئے دیا ہے۔ کہ اس کے ذریعے تم اپنی رُوح کی لطافت و پاکیزگی حاصل کرو۔ جیم نامند گھوڑے کے ہے۔ رُوح اس کا سوار ہے۔ اس گھوڑے اور سوار کو دُنیا میں اس لئے بھیجا گیا ہے۔ کہ تم اپنی زندگی کے مراحل طے کرو۔ اور منزل مقصود پہنچو۔ اور اگر تم اس گھوڑے کو طاقت بہم نہ پہنچاؤ گے۔ اور ریاضت و مشقت سے خودی مار ڈالو گے۔ تو پھر وادی معرفت کو کیسے طے کرو گے۔ اس کا نتیجہ یہی ہوگا۔ کہ خسر الدنیا والآخر کا مصداق بن جاؤ گے۔ اور بصد حسرت و یاس کہو گے۔

نہ خدایا نہ دصال بستم
نہ ادھر کے ہے نہ اُدھر کے ہے

اسلام کی خداسی کی یہ آواز اور محمد رسول اللہ کی صدائے حق اور صدائے عام مکہ کی وادیں۔ طائف کی پہاڑیاں۔ اور حجاز کے رگیستانوں میں گونجتی۔ بڑھتی۔ اور قلوب و ادواح کو مسح کرتی ہوئی ساری دُنیا میں پھیل گئی جن لوگوں نے اس کو دل کے کاؤں سے سنا۔ وہ اسلام کی تعلیمات پر پیمانہ وارشاد ہونگے۔ اس آسان اور سہل الحصول تعلیم کی طرف دل خود بخود کھینے لگے۔ اور جنگلوں پہاڑوں۔ وادیوں غاروں اور گھیلوں سے خدا کے ڈھونڈھنے نکلے۔ اور خدادادی رسالت پریشک کہنے کے لئے آگے بڑھے۔ مکہ کی طرف دوڑے۔

اور بسم اللہ کہہ کر شریعت کے سمندر میں کود پڑے۔
اسلام کی برگزیدہ ہستیوں صوفیائے کرام | یہ شریعت کے پابند اور مطیع و

مقتاد مسلمان ایسے صفائیش مجسمہ تسلیم و رضا پیکر صدق و صفا اور عاشقانِ خدا ثابت ہوئے۔ اور شریعت کی پابندی نے ان میں خدا کی محبت و معرفت کی ایسی آگ لگائی کہ انسانیت اور اس کی تمام گندگی بھسم ہو گئی۔ ذوق و مشوق بڑھتا گیا۔ شغف میں اضافہ ہوتا گیا۔ انہماک میں ترقی ہوتی گئی۔ اور رفتہ رفتہ شریعت کے احکام کی تحصیل تکمیل نے ان کو ایک ایسی منزل میں پہنچا دیا جس کی نورانی فضا اور اچھوتی دُنیا کی مادیت سودا آب و ہول نے نفس سرکش کو بیدم کر دیا۔ نفسانی خواہشات کو کچل ڈالا۔ اور دلفریب دُنیا کی بے حقیقی پوری طرح بے نقاب ہو گئی۔ ایسے ہی باخدا لوگوں کو ادلیا بے غلطام اور صوفیائے کرام کہتے ہیں جن کے نام سے اخلاق و روحانیت کی دُنیا آباد ہے۔ اگر اسلام میں یہ پاکیزہ نفوس نہ ہوتے۔ تو دُنیا کبھی کی حقیقت و شقاوت کے سمند میں غرق ہو چکی ہوتی۔ ان ناخدا لوگوں کو منزلِ لاہوت اور فنا فی اللہ کے مقام تک کس نے پہنچایا۔ شریعت کی پابندیوں۔ احکام الہی اور فرمان رسول کی وابستگیوں نے اور رسول اللہ کی محبت و عقیدت نے۔

یہ ایسی گرامی ہستیاں ہیں کہ ان کے قلوب پاکیزہ۔ ان کے نفوس مقدس اور ان کی قوتیں موثر ہوتی ہیں ان مقدسین کو شریعت کی پابندی ایسی فضا بے بسط میں پہنچا دیتی ہے۔ جہاں کا تخیلِ زرا منظرِ بے ہوشوں کہنے لگتا ہے۔ بادِ عرفان کے متوالو! اتمہیج جس کی تلاش ہے وہ میرے ہی پردہ غیر محسوس میں پوشیدہ ہے۔ ہر قدم پر آواز آنے لگتی ہے۔ "وہ یہیں ہے۔" "میں یہیں ہوں۔" "اور میں تجھی میں ہوں۔"

تایخ و عبرت شعب البوطالب

آل ہاشم کا کامل عمرانی و اقتصادی مقاطعہ

حق و صداقت کا وہ بارِ امانت جو کبھی زمین و آسمان سے بھی نہ اٹھ سکتا تھا۔ اور جس سے نسلِ آدم کے طغیان و سرکشی نے سبکدوشی حاصل کر لی تھی جب خدا کی چنی ہوئی قوم مسلمانوں کے سر پر رکھا گیا۔ اور دُنیا جہان کی سرفرازیوں و کامرانیوں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے مٹھی بھر جانِ شادوں کو تفویض ہوئیں۔ تو لغو و طغیان پرستوں کے گھر میں صفِ قائم بچھ گئی۔ اور دُنیا جہان کے ہولناک ترین و زہرہ گداز مصائب و آلام نے اسلام اور مسلمانوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ نوزائیدہ قوم کے سر پر تکالیف و شدائد کے سپاڑ ٹوٹ پڑے۔ مگر پستمارانِ دینِ حنیف نے بھی اپنے آپ کو گونا گون آزمائشوں اور تکالیف کے لئے وقف کر دیا۔ گویا پستمارانِ لات و عزلی سے کہہ دیا

تیر پر تیر چلاؤ تمہیں ڈر کس کلبے
سینہ کس کلبے مری جان جگر کس کا ہے

پرستارانِ حق و صداقت کی آزمائشوں کی تاریخ میں شبِ ابوطالب کا واقعہ ایک امتیازِ خاص رکھتا ہے۔ اس طرح کہ جب پرستارانِ کفر نے دیکھا کہ ان کی اسلامی دشمنی کی تمام تدبیریں اکارتِ جاری ہیں۔ تمام منصوبے خاک میں مل رہے ہیں۔ وحشیانہ جبر و تعدی اسلامی استقامت کے سامنے غائب و غاسر ہو رہی ہے۔ ان کی جنائیں اور اندائیں رسول اللہ کے پائے ثبات کو متزلزل کرنے سے عاجز ہیں۔ تو اب دشمنانِ حق و صداقت نے اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کا یہ آخری علاج تجویز کیا کہ بنو ہاشم کے تمام خاندان ہی کو فدا کر دیا جائے چنانچہ تمام قبائل متفق الہمد ہو کر آلِ ہاشم سے کالِ عمرانی و اقتصادی مقاطعہ کرنے پر رٹل گئے۔

مقاطعہ کیلئے مجلسِ مشاورت انبؤہ کے ساتویں سال کی ابتدا یعنی ماہِ محرم میں قریش نے ایک مجلس مشاورت منعقد کی۔ اس مجلس میں سرباوردہ قریش نے خدائے

بزرگ و بزرگی کیست اور رب العالمینی کی شبانہ روز تلقین اور معبودانِ باطل کی بے یارگی و بے چہارگی بیان کی اور فرزندانِ کفر کو مسلمانوں کی روز افزوں استقامت و ترقی کے خطرات سے آگاہ کیا۔ اور اس اندیشہ و خطرہ سے محفوظ رہنے کی تدابیر پر غور کیا گیا۔ بالآخر فیصلہ یہ نکلا۔ کہ چونکہ آلِ ہاشم اگرچہ سب مسلمان نہیں ہوئے۔ لیکن وہ محمد صلعم کی حمایت و رعایت ضرور کرتے ہیں۔ لہذا اول ابیطالب سے مطالبہ کیا جائے۔ کہ وہ اپنے بھتیجے محمد کو ہمارے حوالے کر دیں۔ اگر وہ انکار کریں۔ تو ہم بنو ہاشم سے شادی۔ بیادہ۔ سیل ملاقاتِ سلام بندگی سب کچھ ترک کر دو۔ کوئی چیز ان کے ہاتھ نہ فروخت کی جائے۔ اور کھانے پینے کی کوئی چیز ان کے پاس نہ پہنچنے دی جائے۔ اور اس سخت اذیت رسالِ مقاطعہ کو اس وقت تک جاری رکھا جائے جب تک کہ محمد صلعم کو ہمارے سپرد نہ کر دیں۔ چنانچہ منصور بن عکرمہ یا نصر بن الحارث نے اس معاہدہ کا مفہوم لکھا۔ جب یہ معاہدہ مکمل ہو گیا۔ تو کفار نے زیادہ توشیح کے لئے اس کو جوفِ کعبہ سے ٹکادیا۔ ابوطالب تمام بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کو سبکدوش کر کے قریب ایک پہاڑی درے میں محصور ہو گئے۔ جو شعب ابوطالب کے نام سے مشہور تھا بنو ہاشم میں سے صرف ایک شخص ابولہب اس قید و نظر بندی سے آزاد رہا۔ اس مقاطعہ میں اس نے کفار قریش کا تقاضا دیا۔ بنو ہاشم جو غلہ اور کھانے پینے کا سامان اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ وہ بہت جلد ختم ہو گیا۔ اور اب بھوک پیاس کی ناقابلِ برداشت تکلیف کا آغاز ہوا۔ اس درے میں جانے کا صرف ایک ہی راستہ تھا۔ اسی کو کفار نے بند کر رکھا تھا۔ کوئی شخص باہر نہیں جاسکتا تھا۔ صرف ایامِ حج میں ان محصور لوگوں کو باہر نکلنے کی اجازت تھی۔ انہیں ایامِ میں آلِ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی نکلنے اور لوگوں میں تبلیغِ اسلام کرتے۔ لیکن قریش آپ کے ساتھ ساتھ لگے رہتے۔ اور آپ کو دیوانہ و جلا و دگر بتلا کر آپ کی باتیں سننے سے لوگوں کو منع کرتے۔ انہیں ہمتِ بنو ہاشم اور مسلمانوں نے شعب ابوطالب میں تین سال بڑی بڑی تکلیفیں اور اذیتیں برداشت کیں جن کے تصور سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ مسلمان تو کفار کے مظالم کا تحنہ مشق بنے ہی تھے۔ مگر تعجب اور حیرانی ہے کہ ان سہلہ سختیوں میں تمام بنو ہاشم نے بھی ساتھ دیا۔ جو مسلمان نہ تھے۔

بنی ہاشم کی خاندانی حمیت

بنو ہاشم کی اس قومی سمجہداری سے ثابت ہوتا ہے کہ خاندان و قس و پاس و لحاظ بھی ایک بہت بڑی چیز ہے۔ یہ خاندانی حمیت ہی تھی جس نے بنی ہاشم کو اس حضرت صلح کی حمایت پر مجبور کیا۔ مسلمانوں کی ابتدائی مشکلات اور مصائب و آلام کے دور سے اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور اسلام کا اعجاز ثابت ہوتا ہے۔ کہ مصیبت جو مسلمانوں پر آئی۔ وہ ان کے حق میں کامیابی و ترقی کی ایک منزل بن گئی۔ چنانچہ اس مقابلہ کی مصیبت میں بھی یہی ہوا۔ کہ شعب ابی طالب کی سہ سالہ قید و نظر بندی نے بنی ہاشم کو اس حضرت صلح کے پاکیزہ و بلند اخلاق کا مطالعہ کرنے کا موقع دیا اور اسلامی تعلیمات سے واقفیت کا ایک قدرتی فوہیل مل گیا جس کا آئینہ چمکا چھا نتیجہ برآمد ہوا۔

تین سال کی ظالمانہ قید و نظر بندی کی زہرہ نگار سختیوں نے آکا خز تریش کے بعض افراد کو متاثر کیا۔ آخر انسان ہی تھے جب انہوں نے چھوٹے چھوٹے بچوں کا جھوک کے بڑے تڑپنا اور فاقہ زدہ والدین کی بے قراری اور قوت برداشت دیکھی۔ تو عیش عش کر اٹھے۔ چنانچہ سب سے پہلے زہیر بن ابیہ بن خیر نے بنی ہاشم کی اس مصیبت اور دردناک حالت کی تلخی کو محسوس کیا۔ جو ابوطالب کے امویں تھے۔ زہیر نے۔ معلم بن علی کو اس ظالمانہ قید و نظر بندی کی طرف توجہ دلا کر عہد نامہ توڑنے پر آمادہ کیا۔ پھر چند دوسرے لوگوں کو بھی اپنا ہاتھ بنالیا۔ اور کئی شخص اس بات پر آمادہ ہو گئے۔ کہ جس طرح بھی ہو سکے۔ بنی ہاشم کی مصیبتوں کا خاتمہ کرنا چاہیے۔ جن آیام میں مسلمان اور تمام بنی ہاشم قید و نظر بندی کی مصیبتیں سہہ رہے تھے۔ انہی دنوں میں اس سفر صلیح نے ابوطالب کو خبر دی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ عہد نامہ کی تحریر کو کیڑوں نے کھا لیا ہے اس میں جہاں جہاں اللہ کا نام آیا ہے۔ وہ بدستور لکھا ہوا موجود ہے۔ الفاظ اللہ کے سوا باقی تمام الفاظ غائب ہو چکے ہیں۔ ابوطالب یہ خبر سن کر کھٹائی سے باہر نکلے۔ اور لوگوں سے کہا کہ مجھے میرے بھتیجے نے یہ خبر دی ہے اگر یہ صحیح ہے تو نعمت اطع ختم ہونا چاہیے۔ چنانچہ تریش دوڑے دوڑے گئے۔ دیکھا تو دینی تحریر میرے حرم ہوجی کی تھی۔ البتہ لفظ اللہ بدستور موجود تھا۔ یہ دیکھ کر سب حیران و شہنہ در رہ گئے۔ اور اسی وقت مقابلہ ختم ہوجانے کا اعلان کر دیا۔

شجاعت ادارات

اخبارات میں علامہ خلدن شیلڈر ایک صاحب کا ایک مسئلہ شائع ہوا ہے جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آج شمالی افریقہ میں اسلام بڑے موضع خطر میں ہے۔ فرانس نے تہیہ کر لیا ہے کہ سرزمین فرانس سے اسلام اور مسلمانوں کو نکال دیا جائے اور چنانچہ شمالی افریقہ کے فرانسیسی مقبوضات میں بجلے عربی زبان کے فرانسیسی زبان داخل نصاب کر دی گئی ہے۔ غریب مسلمانوں کو اسلام

سب کرنے کے لئے طرح طرح کی پابندیاں عائد کی جا رہی ہیں۔ مثلاً نہ تو وہ قرآن شریف کی تلاوت کر سکتے ہیں۔ اور نہ اپنے بچوں کو اسلامی ارادوں میں بخلِ حصولِ تسلیم بھیج سکتے ہیں۔ اور نہ عربی لباس زیب تن کر سکتے ہیں۔ فرانس کی ایسی پالیسی کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی عقائد و احکامات اور عربی زبان کو فنا کر دیا جائے۔ مسلمانوں کی قومیت مٹ جائے۔ اعدان کو رفتہ رفتہ عیسائی بنا لیا جائے۔

اس دردناک اور جگرخراش خبر کے اندراج سے ہمیں ایک خاص چیز کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمان مغربی اقوام کی اسلام دشمنی کو بے نقاب دیکھ لیں۔ اور خاص کر اپنے سفید فام آقاؤں کی نیکیوں سے بھی واقف ہو جائیں۔ یہ ایک ظاہر و باہر حقیقت ہے کہ حیثیت کی ترقی کے راستے میں سب سے بڑی روک مقدس مذہب اسلام ہے۔ جو دنیا میں شخصیت پرستی، شہنشاہیت، قیصریت، سرمایہ داری اور ظلم و عدل کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ وہ دنیا میں آیا ہی اس لئے ہے۔ کہ دنیا کے فراعین و عارودہ کے غرور و خفاک میں لائے۔ اور دنیا میں جمہوریت و مساوات اور حریت و آزادی کا دور دودھ کرنے سے ظاہر ہے کہ اس کو مغربی اقوام ایک لمحہ کے لئے بھی اسلام کی آزادی و تفریع گوارا نہیں کر سکتیں۔ کیونکہ اسلام کا نظام سرمایہ دار طاقتوں کے خلاف زبردست اعلانِ جنگ ہے۔ پس کسی بھی مغربی طاقت و حکومت سے اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کی امید نہیں رکھی جاسکتی۔ جو لوگ مغربی اقوام سے حسن ظن رکھتے ہیں۔ اعدان کے تعاون ہی میں مسلمانوں کی ترقی کے خواب دیکھتے ہیں۔ وہ نادانستہ دشمنانِ اسلام کے ہاتھ مضبوط کرتے ہیں۔

خواجہ حسن نظامی اور یومِ فضلِ حسین | پائشِ بخیر ہمارے خواجہ حسن نظامی اللہ رکھے بڑے ہر فصلِ تجسارتی ہوتا ہے۔ جو سو فیصدی کامیاب ہو کر رہتا ہے۔ مگر خواجہ صاحب کے زنگیے تصوف اور انوکھی بزرگی کا کمال یہ ہوتا ہے۔ کہ کیا مجال جو ان کے فضل کی اصلیت کا کوئی پتہ لگا سکے۔ بہر حال وہ مذہبِ قومیت۔ ادب اور ان نیت کے نام پر نفع حاصل کرنا خوب جانتے ہیں۔ خیر میں اس سے کیا۔ اللہ کہے ان کی دکان تجارت خوب چلتی ہے۔ اور خواجہ صاحب خوب پھلیں پھولیں۔ لیکن یہ ہم کسی صورت گوارا نہیں کر سکتے۔ کہ وہ اسلام کا نام لیکر مسلمانوں کو مشاہیر پرستی کی طرف بلا لیں۔ اعدان میں تصویریں حشر دینے کا رواج شروع دیں۔

خواجہ صاحب نے تحریک کی ہے کہ یومِ سرفصلِ حسین منایا جائے۔ ان کی صحت و سلامتی کے لئے پروردگار عالم سے دعا کی جائے۔ اور مسلمان ان کی تصویریں حشر دیکر اپنے گھروں کی زینت بنائیں۔ اس سے بڑھ کر شخصیت پرستی اور کیا ہوگی۔ خواجہ صاحب نے صاف صاف یونہی کیوں نہیں کہہ دیا۔ کہ سرفصلِ حسین کی عبادت و پرستش کی جائے۔ خدا کی پناہ غلامی کی لعنت اور زمانہ کی ناہنجاری نے خواجہ صاحب قسم کے دینی رہبروں کی ذہنیت کو کیوں گرسخ کر دیا ہے۔ یہی وہ مشاہیر پرستیا ہے جس نے مسلمانوں سے حق پرستی

کی نوح کو سلب کیا ہے۔

مرفضل حسین کی ذہانت والوہی غلط و دولت۔ امارت و ریاست اور دوسری سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن سچ میں نہیں آتا۔ کہ آپ کی ذات کو ایک مستقل تحریک کا ذریعہ بنانے کی کون سی ضرورت لاحق ہوئی اور وہ کون سی اسلامی خدمات میں جن کی بناء پر یوم مرفضل حسین منایا جائے۔ بلکہ انہوں نے اور اللہ اسلامی مقاصد کو نقصان پہنچا لیا ہے۔ چنانچہ معزز محاضر زمیندار "اس تجیز پر تبصرو کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

شام دہل جے ہندوستان کا کوئی مسلمان بنظر پسندیدگی نہیں دیکھتا وہ انہی کا کارنامہ ہے۔ حج کے خالص مذہبی مسئلہ میں حکومت کی مداخلت پر اس کی طرح خوانی کرنے والے مرفضل حسین ہی تھے تحریک کشمیر میں مسلمانوں کو ان کی قربانیوں کے ثمرات سے مرفضل حسین ہی نے محروم کیا۔

ڈائری کے اگڑ بکڑ کوئٹہ میں مسلمانوں کی فائیدگی کے لئے ظفر اللہ خان جیسے چھپاتے ہوئے مرزا کی گرفتار کر ڈالی انراض پر مغاوت کو قربان کرنا ان کا سب سے آخری اور سب سے اہم کارنامہ ہے۔ اور غالباً صحیح عقیدہ مسلمانوں میں ان کی غیر بردباری کا سب سے بڑا ذریعہ ان کا یہی کارنامہ ہے۔ اس معاملہ میں جس طریق پر انہوں نے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھکرایا۔ وہ ان جیسے مدعی خدمات ملت کے لئے کسی طرح زیبا نہ تھا۔

● میاں مرفضل حسین صاحب کی یہ ہیں وہ عظیم الشان خدمات جن کے پیش نظر طول و عرض منہ میں تمام مسلمانوں کو یوم مرفضل حسین منانے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ اگر یہی اسلامی خدمات یوم مرفضل حسین کا ان کو سستی قرار دیتی ہیں تو مسلمانوں کو ماتم کرنا چاہیے۔ کہ ان کے پیٹ فارم پر ایسے خود غرض مکار۔ اور زبردست رہنما چھانکے ہیں جن کے نزدیک معاہدہ ملت کی قربانی اور اسلامی مقاصد کی نقصان رسانی کا نام ملک و ملت کی عظیم الشان خدمت ہے۔ کیا سرمد و ج کے ماحول خاص نے عموماً اور خواجہ صاحب نے خصوصاً مسلمانوں کو اتنا سادہ لوح اور بیوقوف سمجھ لیا ہے کہ وہ غداری کو خدمت۔ دولت کو عزت اور پتیلی کو سونا سمجھ لیں گے۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر کشمیر پرستی کی یہ بیماری ترقی کر گئی۔ تو ایک نہ ایک دن دوسرے ٹوڈوں کے یوم بھی منائے جائیں گے۔ جن کی ملت فروشیوں اور اغیار نوازیوں آفتاب سے زیادہ روشن ہو چکی ہیں۔ ابھی تو کشمیر پرستی اور امر نوازی کی ابتداء ہے آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا؟

خواجہ صاحب کو خصوصاً اور مسلمانوں کو عموماً معلوم ہونا چاہیے کہ زندہ۔ سمجھدار اور باعمل قومیں ان حذام مخلص کا یوم منایا کرتی ہیں۔ جو خدمت و انیار کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر چکے ہوں۔ جو ملک و ملت کے لئے غربت۔ قید۔ مصیبت۔ افلاس اور موت کی منزلوں میں سے گزرے ہوں۔ جن کے انیار و حنوص اور ولولہ انگیز کارناموں نے ملت کے تین مردہ میں جان ڈالی ہو۔ اور اپنی عظیم الشان خدمات کے لحاظ سے محمد علی۔ ابوالکلام۔ اعلیٰ خان۔ شیخ الہند ہوں۔ مرفضل حسین جیسوں کا یوم وہ منایا کرتے ہیں۔ جو بے عمل ہوں۔ سرکار پرست ہوں۔ مال و زر کے بھوکے ہوں۔ اور جن کے دماغوں میں بجائے عقل کے جھس بھرا مہر سیاہ جو تصویر فروشی کے ذریعہ

بٹ فروشی و بٹ پرستی کو رواج دے کر اپنا پیٹ بھرا چاہتے ہوں۔

پروانہ شمع رسالت غازی عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ کو شام رسول
کراچی میں قیامت صغریٰ | مختورام کے قتل کی یاد دہش میں سترائے سورے کا حکم موچکا تھا۔ مورخہ

۱۹ مارچ صبح ۴ بجے ڈسٹرکٹ جیل میں مرحوم کو جام شہادت پلا یا گیا۔ اور اسی وقت ان کی خوش میہ شاہ کے
قبرستان میں بیچھا دی گئی۔ غازی مرحوم کے لواحقین کو پولیس نے سوتے ہوئے جگایا اور متذکرہ صدر قبرستان

میں جہاں قبر بیٹھ ہی تیار ہو چکی تھی۔ نقش کو سیر و خاک کرنے کا حکم دیا۔ شہادت کی خبر کبلی کی رو کی طرح تمام شہر میں
مشہور ہو گئی۔ دن کے ۱۱ بجے تک کم و بیش چالیس پچاس ہزار مسلمان قبرستان میں جمع ہو گئے۔ مسلمانوں کے اصرار پر
غازی مرحوم کی نعش کو راجس پریجی مٹی نہیں ڈالی گئی تھی پھر سے کال لیا گیا۔ اور نہ لیا آدھیوں کا ہجوم نہایت پر امن
طریق سے تابوت کو لئے ہوئے عید گاہ کی طرف چل پڑا۔ مسلمان مرنے چاہتے تھے کہ کھلے میدان میں نماز جنازہ

ادا کی جائے۔ عید گاہ سے ایک سو گز کے فاصلے پر فوجی گورنل کا ایک دستہ نمودار ہوا۔ اور دونوں جلاوطنوں نے
مجمع کو دھندا شروع کیا۔ مجمع میں اس سے اشتعال پیدا ہوا۔ اور کہا جاتا ہے کہ لاری میں بیٹھے ہوئے ایک
آزادی مجسٹریٹ کی طرف کسی نے ایک پتھر پھینکا۔ فوجی دستہ نے کسی تنبیہ کے بغیر حبس گری ریفیوٹوں سے گولیوں کی

بوچھاڑ شروع کر دی۔ ۳۰ سیکنڈ میں تمام میدان مسلمانوں کے خون سے لالہ زار بن گیا۔ شہداء کی نعشوں اور
زخمیوں کی چیخ و پکار کا خوفناک منظر دیکھ کر حکام نے شہداء و مجروحین کو فوراً شفا خانہ میں بھجوا دیا۔ اور سوسپل
ڈاکٹریوں سے تمام سڑک کو دھلوا دیا گیا۔ چالیس مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ اور ابھی ایک سو سے

زیادہ مسلمان شفا خانہ میں پڑے ہوئے سسک رہے ہیں۔ بعض کے اعضاء کاٹ دیئے گئے ہیں۔ مجروحین
میں عورتیں اور بچے بھی ہیں۔ سرزمین کراچی میں مسلمانوں کے خون کی اس ارزانی پر امت مسلمہ کے سینوں پر
دارغ پڑ چکا ہے۔ اسمبلی میں سڑک باکی تحریک التواؤ اکثریت رائے سے منظور ہو چکی ہے۔ اور ممبران اسمبلی کی

اکثریت نے غیر جانبدارانہ تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے۔ کراچی کے مسلم زعماء نے ایک بیان شائع کیا ہے جس
میں سرکاری بیانات اور ایسوسی ایٹڈ پریس کی اطلاعات کو کذب و افتراء سے ملوث قرار دیا ہے۔

سندھ ہندو ایوسی ایشن اور بعض ہندو زعماء کا رویہ نہایت ہی دلا زار اور قوم و ملت کی غداری کے
مترادف ہے۔ آج بعض ہندو لیبرٹریٹس اس بناء پر حکومت کے فضل کو جائز قرار دے رہے ہیں۔ کہ مقتولین
مجروحین امت مسلمہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور فوجی گوروں نے اپنی جنگی ریفیوٹوں سے فرزند ان توحید کے

سروں اور سینوں کو چھلنی بنا دیا۔ ایسے غداران وطن اور دشمنان ملت ملک میں منافرت کا ایسا بیج بو رہے ہیں جس کا
نتیجہ نہایت ہی مہلک و خطرناک ثابت ہوگا۔ بدیشی حکومت کے ہوتے ہوئے ایسا وقت بھی آ سکتا ہے جبکہ
برطانوی فوج یا پولیس کی گولیوں کا نشانہ ہندوؤں کے مجمع کو بنایا جائے۔ اس وقت ہندو زعماء کو اپنی غلطی کا
احساں ہوگا۔ جو لوگ آج ایک پراسن مجمع پر بغیر تنبیہ اندھا دھند گولی چلانے کے فعل کو جائز و مستحسن قرار دے رہے

ہیں۔ انہیں بھی کسی وقت مجبوراً اس کے خلاف آواز بلند کرنی پڑیگی۔ کاش! یہ واقعہ مسلمانوں کے لئے بصیرت و عبرت کا باعث ہو۔ اور ان میں تنظیم و اتحاد کی روح چھوٹ کرے۔ بے کس شہدائے ملت کا خون اُن کی مردہ رگوں میں حیات تازہ پیدا کر دے۔

جو لوگ آج یہ کہہ رہے ہیں کہ گولی نہ چلائے جانے کی صورت میں شہر کے کٹ جانے کا اندیشہ تھا۔ وہ جنرل ڈائٹر کے فعل کو کیسے ناجائز قرار دے سکتے ہیں۔ اسی ۱۰ ماہ میں غازی محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کو اسی جرم کا پاداش میں بمقتضیٰ فیروز پور دار و رسن کے حوالہ کیا گیا۔ مگر فیروز پور کے حکام کراچی کے حکام سے زیادہ دانشمند اور محتاط واقع ہوئے ہیں۔ غازی محمد صدیق کی نعش اس کے وراثت کے حوالہ کر دی گئی۔ مسلمان اس نعش کو فیروز پور سے قصور میں جلوس کی صورت میں لائے۔ سامعینِ اسلام اُن نے نماز جنازہ ادا کی۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ قصور یا فیروز پور کے کسی منہ و کی نکسیر تک بھی پھوٹا ہو۔ یا کسی جگہ بھی کوئی ناخوش گوار واقعہ رونما ہوا ہو؟

باپ بیٹے کی علمی جنگ

جناب مرزا غلام احمد صاحب سچے یا میاں محمود احمد صاحب

کہاں میں سرسری منطق جو کہا کرتے ہیں کہ اجتماعِ ضعیفین محال ہے۔ وہ آئیں اور دیکھیں کہ سرزمینِ پنجاب میں مرزا غلام احمد صاحب اور اُمتِ مرزائیت نے اس دعویٰ اور نظریہ کو اس کمال کے ساتھ جھٹلایا ہے کہ بڑے بڑے منطق قیوں میں عشقِ کرائے ہوئے ہونگے۔ کیوں نہ ہو۔ جناب یہ چودہویں صدی کا زمانہ ہے۔ اس میں جو کچھ نہ ہو سکتا ہے۔ دیکھئے مرزا صاحب نبی بھی ہیں۔ مجدد بھی ہیں مہیج موعود بھی ہیں۔ کرشن بھی ہیں۔ اور تھوڑے تھوڑے خدا بھی ہیں (نعمتِ باقند) غرض یہ سبھی ہیں۔ وہ بھی ہیں سب کچھ ہیں۔ مگر وہی نہیں یعنی مسلمان۔ آپ حیران ہونگے کہ کھڑے مرزا صاحب کیا ہیں۔ اے میاں ہوتے کیا۔ اُدھے نبی ہیں۔ اور اُدھے مجدد ہیں۔ اگر آپ خیر ختم نبوت سے اُن کی رگِ حیات قطع کرنے پر آمادہ ہوں گے۔ تو وہ مجدد بن جائیں گے۔ اور اگر آپ تجدیدِ ملت کا کوئی ثبوت مانگیں گے تو وہ غیر شرعی نبوت کے سایہ میں پناہ لیں گے۔ بہر حال آپ کسی طرح بھی مرزا صاحب کو قائل اور جھوٹا نہ کر سکیں گے۔ دیکھا۔ آپ نے نبی اور مجدد بننے کا کتنا کامیاب پوائنٹ ہے۔ کہ چیت بھی اُن کی پیٹ بھی اُنکی اور اسٹاٹن کے باد کا۔ اب ہے کسی سلمان کی طاقت کہ ان کو جھوٹا کرے۔ اس کو کہتے ہیں نیچے دروں نیچے جوں۔ تو مرزا اُمت کی ہے۔

اگر کسی کو اب بھی شک ہے کہ اجتماعِ ضعیفین محال نہیں۔ تو وہ مرزا صاحب قادیانی اور اُمتِ مرزائیت کے

عقائد کو دیکھ لے۔ اگر اس کا علم و عقل قادیانی متہم حل کرنے سے جواب نہ دے جائے تو ہمارا ذمہ - مرزا صاحب نبی بھی ہیں اور نہیں بھی - مرزا صاحب کے نہ مننے والے کافر بھی ہیں اور نہیں بھی - غرض نفی و اثبات اور اقرار و انکار کا ایک لامتناہی سلسلہ مرزا صاحب کی کتابوں میں موجود ہے اور دنیا اس سلسلہ کو حل کرنے سے قاصر ہے بلکہ مرزا صاحب کی تحفے ساسی تحفہ کی عقدہ کشائی کا نتیجہ ہے کہ امت مرزائیہ کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

مرزا صاحب کی تکذیب کی ایک آفتاب سے زیادہ روشن دلیل

ہیں۔ ایک لاہوری اور ایک قادیانی - لاہوری مرزا صاحب کو مجتہد مانتے اور ثابت کرتے ہیں اور قادیانی ان کی نبی مانتے اور ثابت کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بیک وقت دونوں سچے نہیں ہو سکتے۔ ایک ان میں سے یقیناً جھوٹا ہے۔ مرزا صاحب کے دعویٰ میں یہ اختلاف مرزائیت کی تمام عمارت کو زیریں بوس کو تیار ہے۔ وہ علاج کہ اگر مرزا صاحب کا دعویٰ ایک ہوتا - تو یہ اختلاف ہرگز رونما نہ ہوتا۔

دراصل مرزا صاحب کے دعوے تو بہت سے ہیں۔ مگر ہم ان کو صرف دو دعووں میں منحصر سمجھے لیتے ہیں۔ اور بیاں بگ چل رہے ہیں۔ کہ مرزا صاحب کی کتابوں سے نبوت اور مجددیت کے دونوں دعوے ثابت ہوئے ہیں۔ اور دونوں اپنی اپنی جگہ پر اٹل ہیں۔ پس اس لحاظ سے لاہوری بھی سچے اور قادیانی بھی۔ اب اگر جھوٹے تو ہم کہ ہم ابھی اجتماع ضلیم کو محال سمجھے بیٹھے ہیں۔ اور نبوت و مجددیت کے سائے میں اگر کعبہ سے کھڑ کر لندن سے نہیں جلتے۔ آزادی کو چیکر غلامی نہیں خریدتے۔ اسلامی دینی چھوڑ کر انبیاء نوری نہیں کہہ سکتے اور حق پرستی کی راہ سے انحراف کر کے تثلیث پرستی کو اپنا شعار نہیں بناتے۔

مقصود یہ ہے کہ مرزا صاحب کے اصل دعویٰ کا اختلاف مرزا صاحب کی تکذیب کا آفتاب سے زیادہ روشن ثبوت ہے۔ کیونکہ کسی شخص کے ایک دعویٰ میں اختلاف ہو ہی نہیں سکتا۔ کچھ کہ ہمیش ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں میں سے کوئی نبی ایسا نہیں گذرا۔ اور ایسا مذہب پیدا نہیں ہوا۔ جس کے متبعین میں اس کے اصل دعویٰ کے متعلق ہی افتراق پیدا ہو گیا ہو۔ اگر ہمارا یہ دعویٰ غلط ہے۔ تو ہم تمام امت مرزائیہ کو چیلنج کرتے ہیں۔ کہ وہ اس کو غلط ثابت کر دکھائیں۔

مرزا بیوں کا کوئی حق نہیں کہ وہ مسلمانوں کو اپنی طرف بلائیں

مرزا صاحب کا ایک

دعویٰ نہیں جس کو سامنے رکھ کر ہم ان کو پرکھیں۔ اور دیکھیں کہ وہ اپنے دعوے میں سچے تھے یا نہیں؟ ہیں ان کی کتابیں۔ سودہ خود ستائی خود نمائی داخل اور مختلف دعووں سے بھر پور ہیں۔ دعوے پر دعویٰ ہیں۔ ایک دعویٰ کی تائید میں بنیاد دعویٰ اور نئے دعویٰ کی تائید میں پھر ایک سیلہ دعویٰ۔ دلیل ہر ایک کی ندارد۔ اور اگر دلائل ہیں تو ایسے لچر اور متضاد کہ طالب حق کو کسی ایک نتیجہ پر نہیں پہنچاتے۔ غرض مرزائیت کیا ہے۔ متضاد دعاوی کا

طواری اور مجموعہ اہلداد۔ ایسی صورت میں مرزائیوں کے دونوں گروہوں کا فرض ہے کہ وہ پہلے باہمی اختلافات رفع کریں۔ مرزا صاحب کا ایک دعویٰ مقرر کریں۔ اور متفق ہو کر ہمیں بتلائیں کہ وہ نبی تھے یا مجتہد۔ میں جیسے یا مہدی۔ کرشن تھے یا مسلم۔ موسیٰ تھے یا ابراہیم۔ غرض کیا تھے؟ جب تک وہ مرزا صاحب کا ایک دعویٰ مقرر کر کے اتفاق نہ کریں۔ اُس وقت تک انہیں کوئی حق نہیں کہ وہ مسلمانوں کو اپنی طرف بلالیں۔ اور مسلمانوں کو جنت ایمان والیقان سے نکال کر نارِ اختلاف و صغالت میں جھونک دیں۔ یہ ایمان داری اور شرافت نہیں کہ اپنی ریاست کی حفاظت دونوں گروہ مسلمانوں کے دین و ایمان پر ڈاکہ ڈالیں۔ اور حتیٰ الصاف کا منہ کالا کریں۔ ہم نے یہاں تک جو کچھ لکھا ہے اس کا مقصود اور حصاصہ یہ دکھانا ہے کہ قادیانی حمہ ایک لائیکل مسئلہ ہے۔ مرزائیت متناقضات و متناکرات کا طوبہ ہے اور قدم قدم پر ہم امت مرزائیہ اور مرزا صاحب کو باہم مقابل اور دست و گریباں دیکھتے ہیں لیجئے۔ بس سلسلہ میں سب کو چھوڑ کر باپ بیٹے کا مقابلہ دیکھئے۔ اور مرزائیوں سے پوچھئے کہ اب بتلاؤ مرزا صاحب سچے یا میاں محمود احمد صاحب؟

جناب میاں محمود احمد صاحب	جناب مرزا غلام احمد صاحب
<p>حقیقۃ النبوة حصہ اول صفحہ ۱۵۵ پر لکھتے ہیں۔ لا، بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ نبی دوسرے نبی کا مطیع نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں و ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ اور اس آیت سے حضرت یحییٰ موعود کی نبوت کے خلاف استدلال کرتے ہیں۔ مگر یہ سب کچھ بہ سبب قلت تدبر ہے کہ کوئی صاحب یہ نہ پوچھ سکیں۔ کہ اس میں میاں صاحب نے مرزا صاحب کو نادان ٹھہرا دیا۔ میاں صاحب جانیں اور مرزا صاحب ہمیں اس سے کیا؟</p>	<p>کتاب ازالہ ادعای حصہ ۲ صفحہ ۵۶۹ پر لکھتے ہیں (۱) صاحب نبوت نامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا۔ اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی روش سے بالکل متنہج ہے اللہ جل شانہ فرماتے ہیں۔ و ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔</p>
<p>(۲) حقیقۃ النبوة صفحہ ۱۰۴ میں فرماتے ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی امتی نبی نہیں آ سکتا تھا۔ اس لئے کہ آپ سے پہلے جس قدر انبیاء گذرے ہیں۔ اُن میں وہ قوتِ قسیمہ نہ تھی۔ جس سے وہ کسی شخص کو نبوت کے درجہ تک</p>	<p>(۲) اخبار الحکم جلد ۶۔ نمبر ۴۲۔ مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۵۔ کالم ۳ میں ہے۔ حضرت موسیٰ کی اتباع سے اُن کی امت میں ہزاروں نبی ہوئے۔</p>

پہنچا سکتے۔ صرف ہمارے اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ہی ایسے انسان کا لنگر رہے ہیں جو نہ صرف کامل
تھے بلکہ کمال تھے۔ یعنی دوسروں کو کامل بنا سکتے تھے۔
حقیقتہ النبوة ص ۱۳۳ میں لکھتے ہیں۔

نادان مسلمانوں کا خیال تھا کہ نبی کے لئے یہ
شرط ہے کہ وہ کوئی نئی شریعت لائے۔ یا پہلے احکام
میں سے کچھ منسوخ کرے۔ یا بلا واسطہ نبوت پائے۔
لیکن اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کے ذریعہ اس غلطی
کو دور کر دیا۔

(جی ہاں اس طرح کہ آپ کی زبان سے ان کو نادان بنادیا)

۴۔ اخبار الفضل ۲۳ ربیع الثانی ۱۱۱۷ھ ص ۱۳۔

نادان ہے۔ وہ شخص جس نے کہا۔

مزمہاے تو مارا کر گستاخ۔ کیونکہ خدا کے فضل
انسان کو گستاخ نہیں بنایا کرتے۔ اور کرکشی نہیں کیا

کرتے بلکہ اور زیادہ شکر گزار اور فرمانبردار بنائیتے ہیں۔

امیاء صاحب نادان بنانے میں بڑے شائق ہیں اپنی
ہمدانی کے جوش میں اپنے والد محترم کی بھی پرواہ نہیں
کرتے۔ (ثابش ہے)

۵۔ دوسری دہلی حضرت مسیح موعود کے نبی ہونے پر یہ

ہے۔ کہ آپ کو ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی
کے نام سے یاد فرمایا ہے اور نواسی بنی سحان
کی حدیث میں نبی اللہ کر کے آپ کو پکارا گیا ہے
حقیقتہ النبوة ص ۱۸۹

۱۔ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۳۹ میں لکھتے
ہیں۔

انبیاء اس لئے آتے ہیں کہ ایک دین سے دوسرے
دین میں داخل کریں۔ اور ایک قبلہ سے دوسرا
قبلہ مقرر کر دیں۔ بعض احکام کو منسوخ کر لیں۔
اور بعض نئے احکام لائیں۔

دانیوں کہ مرزا صاحب اس وقت زندہ موجود
نہیں۔ ورنہ ہم ان سے شریعت اور دین کی

تحریف پوچھتے۔ (بڑا لطف ہوتا)

۲۔ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۵ پر ہے

مزمہاے تو مارا کر گستاخ

یعنی تیری بخششوں نے ہم کو گستاخ کر دیا۔

۵۔ ازالہ اوہام صفحہ ۱۷ میں فرماتے ہیں۔

مسیح موعود جو آئینا ہے۔ اس کی علامت یہ
لکھی ہے کہ وہ نبی اللہ ہو گا۔ یعنی خلافت الہی
سے وحی پانے والا۔ لیکن اس جگہ نبوت تامہ
کالمہ مراد نہیں۔ کیونکہ نبوت تامہ کالمہ پر مہر لکھی
ہے۔ بلکہ وہ نبوت مراد ہے جو محدثیت کے مفہوم
تک محدود ہے جو مکہ نبوت محمدیہ سے فور

حاصل کرتی ہے۔

درمزا صاحب بھول گئے۔ مسیح موعود آئیوا لائیں
بلکہ آچکا۔ اس لئے آپ کو یہ لکھنا چاہئے تھا۔ کہ
جو مسیح موعود آچکا اُس کی علامت یہ لکھی ہے۔ الخ
مرزا کیوں کو اس فقرہ کی اصلاح کر لینی چاہئے

کوئی مرزائی ہیں مسئلے کہ اس علمی جنگ میں باپ سچا ہے یا بیٹا؟ ہمارے خیال میں تو دونوں ہی جھوٹے
ہیں۔ کیونکہ سچوں کے کلام میں کبھی تضاد نہیں ہو سکتا۔ سبحان اللہ مرزا میت بھی عجیب سچوں مرکب چیز ہے۔
بلکہ سچوں فلک سیر ہے۔

پانچویں حوالہ میں مرزا جی تو نزہۃ سے کسی قدر پہلو تہی کرتے ہیں۔ اور میاں صاحب زبردستی ان کو
نبی بنا دیتے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں مدعی سنت گواہ حقیقت۔ سچ ہے اندھی تقلید، سرمایہ داری اور جاہ
و اقتدار کی ہوس ان کو اندھا بنا دیتی ہے۔ حق و باطل کی تمیز کھو دیتی ہے۔ اور ان سے سب کچھ
لایتی ہے۔ باپ بیٹوں کی یہ ساری کشمکش کھینچا تانی۔ جدوجہد اور لیپا تو پی اسی لئے تو ہے کہ ان
کا جاہ و اقتدار قائم رہے۔ اور اندھے مُردے ملتے رہیں ۛ

دفتر شمس الاسلام میں ملا دقیا نوس کی آمد

ناظرین مطمئن رہیں | اور شمس الاسلام کے صفحات کی طرف بٹیر لپک جھکائے آنکھیں لگائے
رکھیں۔ کہ غالباً یا شاید یقیناً مورخہ ۱۰ اپریل سنہ ۱۳۵۵ء اسی سے جو اندھا
دھند چل رہا ہے۔ ملا دقیا نوس والے ولایت اسٹوڈنٹس اپنے اصلی وطن بکر اوقیا نوس سے مو اپنی قلم و
دوات کے منتقل ہو کر بھیرہ شریف میں آدھکیں گے۔ اور لطائف و ظرائف کے مبلغ چار عدد صفحات کا بلا
داخل غیرے چارج لیں گے۔ اور پھر اگر آپ ہنستے ہنستے لوٹن کمونٹریز بن جائیں تو ہمارا ذمہ۔ مگر شرط
یہ ہے کہ شمس الاسلام کے تمام ناظرین مل ملا کر کم از کم پچاس حسد یادروں کو بذریعہ ملی آؤڈیو ۱۰ اپریل سے
پیلے پیلے ڈائریکٹ روانہ کر دیں۔ ورنہ ملا دقیا نوس ذرا نازک مزاج واقع ہوئے ہیں۔ جب تک ان کے
پیٹ کا لقمہ پچاس حسد یاد رہے نہیں گے۔ وہ اپنی ڈیوٹی کا چارج ہی نہ لیں گے۔ بھائی صاحب! سچی بات
ہے۔ بھوکا مرنے لگتا نہ کرنا۔ بجائے اس کے کہ وہ اپنے دماغ کا مقطر آپ کے سلسلے پیش کریں۔ اور آپ
لش سے سس نہ ہوں، گھاس کھو کر پیٹ بھرنا وہ اخبار نویسی سے بدرجہا بہتر سمجھیں گے۔ آپ جیران
ہونگے کہ مقدس مقام اجمیر۔ پیران کلیر۔ پاک پٹن اور علی پور وغیرہ مقامات تو شرف و تھے ہی مگر ہم نے بھیرہ کو بھی

شریف لکھ دیا۔ اس کی کیا وجہ؟ سو اس کی وجہ ملا دقتا نوس خاص اپنے قلم سے آئندہ نمبر میں بتلائیں گے۔
لہذا یہ چند کلمے بطور سند لکھ دیئے کہ سند رہیں اور وقت ضرورت کام آئیں :

تَشْكُرُ امْتِنَان :-

یکم فروری سے ۲۷ مارچ ۳۵ھ تک جب ذیل اصحاب نے حزب الانصار کی اعلیت میں حصہ لیا
منون فرمایا :-

میاں محمد عظیم صاحب پراچہ بھیرہ	۵۷	منشی عبدالشکور صاحب شیج بھانہ	۷۰
حکیم سراج الدین صاحب جھادیاں	۷۱	میاں محمد دین بھٹی صاحب اوریاں	۷۲
چمن دین صاحب نوجہ صاحب اوریاں	۷۳	حافظ عبداللہ صاحب امام مسجد چکانی	۷۴
میاں محمد صدیق میاں گوندل	۷۵	خوشی محمد صاحب چک نمبر ۷ شمالی	۷۶
ایک مخیر ز سجن کے	۷۷	فقیر محمد صاحب آبادان ملک ایران	۷۸
سید کبیر حسین صاحب الہ آباد	۷۹	مہرمت میاں سیف الدین صاحب پٹو داؤنخان	۸۰
مسلمانان ڈھرا بھنچہ	۸۱	مولانا عبدالحی صاحب ایم۔ اے شاہ پور	۸۲
اللہ بخش صاحب چک ۷۱ شمالی	۸۳	مولوی محمد دین صاحب ڈسکہ	۸۴
مسلمانان دروازہ چک والا	۸۵	خواجہ محمد عمر صاحب گوردوارہ	۸۶
خواجہ فتح محمد سکھ جھادیاں	۸۷	قاضی عبدالغنی صاحب جھادیاں	۸۸
مسلمانان موضع کھوٹ	۸۹	سلطان احمد صاحب سمندر	۹۰
مولوی عبدالغفور صاحب محمدی	۹۱	مٹھا موچی۔ ودھن	۹۲
مسلمانان دروازہ چک دالہ	۹۳	انجن انصار الاسلام کھیڑہ	۹۴
مہرمت مولوی چمن دین صاحب پٹو داؤنخان	۹۵	انجن حنفیہ سمندری	۹۶
مسلمان سمٹھ ٹوانہ	۹۷	بشیر عالم صاحب مدرک مدرک گنجہ	۹۸

خیزہ اکلان و دیگر متفق امدادی رقوم اس فہرست میں درج نہیں ہیں۔ قربانی کی کھانوں کی فروخت سے
۱۱۹ روپیہ دستل آئے وصول ہوئے۔ ماہ مارچ کا گذشتہ گوشوارہ داخل و خارج رسالہ آئندہ
میں درج ہوگا۔ اسی ماہ میں خواجہ احمد دین صاحب گوردوارہ نے چھ بوری گندم طلبہ کے دارالعلوم
کے لئے عطا فرمائے۔ جزاہم اللہ خیر الجزا۔

تبلیغ اشاعت - دود دارالعلوم غزنیہ و دیگر اداروں پر حزب الانصار کا ماہانہ خرچ تین سو روپیہ

ماہوار کے قریب ہو رہا ہے۔ دارالعلوم غریزیہ میں اس وقت تین مدرس تعلیم دے رہے ہیں۔ تعداد طلباء دن بدن بڑھ رہی ہے۔ یکم محرم الحرام سے تبلیغی کلاس کے کھولنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ مولانا سید نذیر الحق صاحب قادری میٹھی مستقل طعید پر بھیرہ میں تشریف لائے ہیں۔ اور حزب الانصار کے کارکنان میں شامل ہو کر اپنی خدا و قابلیت و استعداد سے خدمت دین متین کے لئے کمر بستہ ہو چکے ہیں۔ تبلیغی کلاس کا انصرم و انتہام آپ کے ہی ہاتھوں میں ہو گا۔

حب ذیل اصحاب نے ماہ فوری و مارچ میں جریدہ شمس الاسلام کی توسیع اشاعت میں حصہ لیکر ممنون فرمایا۔ چوہدری نصرت حسین صاحب ڈوبہ ٹیک سنگھ ۵ فرید۔ قاضی محمد صدیق صاحب پنڈ دادن خان ۱۔ ایک بزرگ جوانا نام طاہر نہیں کرنا چاہتے ۱۷۔ مولوی ابوالنور محمد بشیر صاحب کوٹلوی ۱۔ قاسم علی بیگ صاحب سانڈی (دیوبند) ۲۔ خان زادہ غلام احمد خان صاحب بنگش ۱۔ حافظ احمد الدین صاحب بکار والا ۱۔ حافظ محمد دین صاحب صلح جھنگ ۱۔ میاں رفیع الدین صاحب دیروال ۱۔ مولوی محمد یوسف عباسی ہندس شہر ۲۔ جزام احمد اللہ صاحب لہجہ۔

علاوہ ازیں پچاس اشخاص نے بلا واسطہ جریدہ شمس الاسلام کی حسداری قبول فرمائی ہے جریدہ کی موجودہ رفتار ترقی حوصلہ افزا ہے۔ قارئین کرام اگر اس کی توسیع اشاعت اپنا فرض قرار دے لیں تو انشاء اللہ اس کے ظاہری و باطنی محاسن میں ہر ماہ اضافہ ہوتا رہے گا۔ دو سو جدید خریدار مہیا ہونے پر ایک کا پیڑھا دی جائیگی۔ اور ۵۰۰ جدید خریدار اگر مل گئے تو چندہ میں بھی مزید تخفیف ہو سکیگی۔

طہ انجمن انصار الاسلام کھیوڑہ (ملحقہ مجلس مرکزیہ حزب الانصار بھیرہ) مدرسہ اسلامیہ کھیوڑہ کی سرپرستی میں بمقام کھیوڑہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ کا افتتاح ہو چکا ہے۔ مولانا مقصود شاہ صاحب کا کاخیل تدریس و تعلیم پر مقرر کئے گئے ہیں۔ علوم عربیہ دینیہ کے احیاء کے لئے یہ مدرسہ انشاء اللہ بہت مفید ثابت ہو گا۔ انجمن انصار الاسلام کے پُر خلوص و صاحب ہمت اراکین بابوشیر احمد صاحب۔ دوست محمد صاحب۔ قاضی عبدالعلیم صاحب۔ لعل خان صاحب۔ وغیرہ کی مساعی و جمیلہ سے علاقہ کھیوڑہ میں اسلامی بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ حزب الانصار بھیرہ نے اس مدرسہ کی ہرقسم کی اعانت و نگرانی اور انجمن انصار الاسلام کی سرپرستی کا ذمہ لے لیا ہے۔

ضرورت کاتب

شمس الاسلام دیگر تبلیغی ٹریڈوں کی کتابت کے لئے ایک کاتب کی ضرورت ہے۔ خوشنویس اصحاب میں سے جو خوش ہمنہ ہوں جلدی اپنی درخواست بھیج دیں۔ تنخواہ یا اجرت کا تصفیہ زبانی ہو سکتا ہے۔

شیخ شمس الاسلام بھیرہ

حزب انصار کے وفد کا شاندار تبلیغی دور دیہات مرکزی مقام پر عظیم شان جلسے

مورخہ ۱ شوال المکرم ۱۳۵۳ھ سے ۲۵ ذوالحجہ ۱۳۵۳ھ تک حزب انصار کے تبلیغی وفد نے دیہات کا دورہ کیا۔ امیر حزب الانصار کے ہمراہ مولوی منیر شاہ صاحب خوشابی و مولوی عبدالرحمن صاحب میانوی نے اس اہم دینی خدمت میں حصہ لیا۔ قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی بھی سینڈدادن خان و کھیوڑہ کے جلسوں میں شریک ہوئے۔ یہ مقامات پر کامیاب جلسے منعقد ہوئے۔ اور اندازاً ایک لاکھ مسلمانوں نے حزب انصار کے پیغام عمل پر لبیک کہا۔ یہ دورہ انشاء اللہ یکم صفر تک جاری رہے گا۔ ماہ محرم الحرام میں لالہ موسیٰ نے کھنول۔ کندیاں۔ میانوالی۔ ٹھٹھہ ضلع اٹک۔ پنڈی گھیب۔ ٹمن چینی۔ ونگہ گنگ کے مقامات کا دورہ کیا۔ دورہ کی مفصل کیفیت اشاعت آئندہ میں درج ہوگی۔

۲۵ ذوالحجہ تک مندرجہ ذیل مقامات پر جلسے منعقد ہو چکے ہیں۔
ضلع شاہ پور۔ سدا کبھو۔ بونگہ سرحد۔ چک راداس۔ کھوٹ۔ جھادیاں۔ چانی تھوڑی۔ سرگودھا۔ کوٹ مہین۔ ڈھرا بھجہ۔ صدرت پور۔ ٹھٹھہ ٹوانہ۔ چک نمبر ۷۴۔
ضلع جھنگ۔ محمدی۔ سجن کے۔ سمندر۔ دورٹہ۔

ضلع لاہل پور۔ سمندری۔ ہمزہ۔ مارڑی۔
ضلع جہلم۔ پنڈدادن خان کھیوڑہ۔ پنڈ۔
اشانے دورہ میں کنگلی قسم کے چنڈہ کی اپلی نہیں کی جاتی۔ تعلیم قرآن۔ ایسے جگہ اصلاح۔ ترغیب صلوٰۃ اور بازاروں میں دیہات سے آنے والی مسلمان عورتوں کو حنبلیہ دوزخ سے باز رکھنے کی طرف ہر جگہ توجہ دلائی گئی (مدیر)

نصرت الحدیث

(بعد اشاعت گذشتہ)

مسلمانان سلف پر سخت حملہ :- اگر احادیث کا یہ سارا ذخیرہ بے اعتبار مصنوعی اور بناوٹی ہے۔ تو میں منکرین حدیث سے پوچھتا ہوں کہ کیا حضرت امام مالکؒ نے مثلاً موطا میں بزعم منکرین حدیث رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم و اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی

طرف جھوٹی جھوٹی باتیں منسوب کیں۔ اسلام کے عین مرکز میں اور اُس سرزمین میں جہاں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اکرام فرمائیں۔ اور وہیں بھی خاص اس سجدہ محترم میں جو دس برس تک درس لگاؤ نبوت اور سجدہ کا و رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) رہ چکی تھی۔ امام مالکؒ نے ان فقرات و اکاذیب کے مجموعہ کا درس دینا شروع کیا۔ اور اس درس میں اندس بمصر۔ شام۔ کوفہ۔ بصرہ اور بلاد عجم تک کے علماء و شریک ہوئے۔ اور اس مجموعہ کی روایت و سماع بلکہ اس کی تفتیش حاصل کر کے اطراف عالم میں پھیل گئے۔ اور اس مجموعہ کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا۔ تو اس وقت کوئی تہمد و اسلام۔ کوئی حقیقی مسلمان۔ بلکہ کوئی غیر متدافع ان ایسا نہ تھا۔ جو امام مالکؒ کی اس نازیبا کارروائی کے خلاف لب کشائی کی جرأت کرتا۔ اور مسلمانوں کو ان کے فریب سے بچانا اور ان افتراء پر ازیل کی روک تھام کرتا۔ در صورتیکہ یہ روک تھام اور افتراء پر ازیل کی پردہ دری کچھ مشکل نہ تھی۔ اس لئے کہ امام مالکؒ نے موطا میں جو روایتیں جمع کی ہیں۔ ان کی نسبت یہ بھی ظاہر کر دیا ہے۔ کہ انہوں نے ان کو فلاں فلاں علماء سے سنا ہے۔ اور تصنیف موطا کے وقت ان میں سے بہت سے علماء بفقید حیات موجود تھے۔ لہذا امام مالکؒ کے خلاف ان علماء کی شہادتیں حاصل کر کے امام مالکؒ کی غلط بیانیوں کا راز نہایت آسانی سے فاش کیا جاسکتا تھا۔ لیکن کسی نے ایسا نہ کیا۔ ایک آواز بھی امام مالکؒ کی مخالفت میں نہ اٹھی۔ کسی عالم نے بھی ان کو افتراء پر از اور غلط گو نہ کہا۔ ممکن ہے شکین حدیث بول اٹھیں۔ کہ موطا کی تصنیف حکومت کی سرپرستی میں ہوئی ہے۔ اس لئے حکومت کے خوف سے کوئی نہیں بولا۔ لیکن یہ کہنا جہالت کا بدترین نمونہ ہوگا۔ اس لئے کہ تاریخین شاہد ہیں۔ کہ اُس زمانہ کے اہل علم حکومتوں کے خوف سے حق کو کوئی سے کبھی باز نہ رہتے تھے۔ امام احمدؒ بلکہ خود امام مالک کے حالات پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حکومت نے ان حضرات کے ساتھ انتہائی جبر و تشدد سے کام لیا۔ مگر ان حضرات نے اپنی تحقیق کے خلاف لب نہ ہلایا۔ مہربانی فرما کہ منکرین حدیث علمائے سلف کو اپنے اوپر قیاس نہ کریں۔

علامہ بریل یہ بالکل تاریخی بات ہے۔ پورا تاریخوں میں بسیر سیرتی حکومت موطا کے تصنیف ہونے کا کوئی ضعیف سے ضعیف ثبوت بھی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے جہتلاف تاریخی شہادتوں سے ثابت ہے۔ کہ تصنیف موطا کے بعد بادشاہ وقت نے امام مالک سے درخواست کی کہ آپ شاہی محل میں ہر روز کو موطا کا درس دے جایا کریں۔ تو امام مالک نے یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا۔ کہ جس کو علم کی طلب ہو۔ انکا کو عالم کی خدمت میں خود حاضر ہونا چاہیے۔ اگر امام مالکؒ نے حکومت کی سرپرستی میں کتاب لکھی ہوئی اور حکومت کی رضا مندی ہی اس تصنیف کی غرض و غایت ہوئی۔ تو خود اپنی عقل سے سوچو کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ جواب بادشاہ وقت کو ہرگز نہیں دے سکتے تھے۔ اسی طرح امام مالکؒ سے پہلے حدیث کے جو مجموعے تیار ہوئے۔ مثلاً ابن جریر المتوفی اور ابن ابی عروہ المتوفی اور ابن شہاب

الموتی سنی نے حدیث کی جو کتابیں لکھی تھیں۔ اُن کے لکھنے کے وقت میں بھی کسی مسلمان نے اُن کی ان کارروائیوں پر اظہارِ نفرت نہ کیا۔ نہ کسی نے اُن کی مخالفت کی۔ حالانکہ اُن کے وقت میں تو خود صحابہ کرام بھی موجود تھے۔ لیکن کیا منکرین حدیث کسی تاریخ سے یہ ثابت کر سکتے ہیں۔ کہ کسی صحابی نے ان کی تلمذ کی۔ ان کو منتہی کہا۔ اور اُن کی غلط بیانیوں کا ہر کس؟ اگر اس وقت نہیں تو کیا اس کے بعد چودہویں صدی تک ان مضنین حدیث کی افزا پر داریوں کی حقیقت جو اس صدی میں منکرین حدیث پر منکشف ہوئی۔ کسی اور مسلمان پر بھی منکشف ہوئی؟ اگر نہیں منکشف ہوئی۔ تو مسلمانوں سے زیادہ گمراہ اور جاہل قوم دُنیہ میں کوئی نہ گذری ہوگی۔ یہ قوم ساڑھے گیارہ سو برس تک ایک چیز کو اصولِ دین میں سمجھتی رہی اور اس طویل مدت میں کسی کو اپنی غلطی کا احساس نہ ہوا۔ استغفر اللہ۔ کون باحیثیت مسلمان ہوگا۔ جو اس یادہ گوئی کا تحمل کر سکیگا۔

منکرین حدیث کا یہ اقدام نہایت خطرناک ہے! اگرچہ ان منکرین حدیث سے پوچھتا ہوں۔ کہ دس ذالحد مسلمانوں کی بے لحد دینی۔ بے حیثی اور ان کی ایمانی و احسانی کمزوری کا یہ حال ہو گیا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ مسلمانوں نے افزا پر داریاں لیں۔ اور بے دریغ کرتے رہے۔ اور مسلمانوں کو قرآن کریم اور اُس کی تعلیمات سے بے توجہ بے پرواہ اور نادان واقع بنانے کی تدبیریں عمل میں لاتے رہے۔ اور دینِ قیم میں ہزاروں لایحی باتیں۔ ہزاروں خلاف قرآن عقائد و اعمال ہزاروں مخالف عقل و دُور از کار افسانے داخل کرتے رہے۔ اور ذاتِ نبوی پر سینکڑوں ناجائز تہمتیں تراشتے رہے اور سارے مسلمانانِ عالم ان شرمناک حرکات کا خاموشی سے تماشہ دیکھتے رہے۔ کسی نے ان مفرطوں کے مقابل میں اپنی ایمانی و احسانی جوأت سے کام نہ لیا۔ ورنہ کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کی حفاظت اور قرآن کریم کی حمایت کے لئے کھڑا نہیں ہوا۔ اور تشریفاتِ مطہرہ میں اس قدر تحریفات ہوتے دیکھ کر کبھی کسی کی رگِ حمیت نہ پھڑکی۔ تو اگر کوئی غیر مسلم آپ سے پوچھے کہ جب ان مسلمانوں کا یہ حال تھا تو کیا اطمینان ہے۔ کہ قرآن کریم ان کے ناروا تصرفات سے سالم بچا ہوگا۔ اور کیا توقع ہے کہ ان مسلمانوں نے اس کو کنبہ محفوظ رکھنے کے لئے کوئی کوشش کی ہوگی منکرین حدیث بتائیں۔ کہ اس غیر مسلم کو وہ کیا جواب دینگے؟

منکرین حدیث خوب اچھی طرح غور کر لیں۔ کہ ایسی انکارِ حدیث انکا قرآنِ منتج ہوگا؟ متواتر چیزوں کے انکا سادہ ایسے تو اثر کو بے اعتبار کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اُن کے ہاتھوں سے قرآن کریم بلکہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن بھی چھوٹ جائیگا۔ اس لئے کہ ان سب چیزوں کے ثبوت کا مدار سولے اخبار متواترہ کے اور کسی چیز پر نہیں ہے۔ (باقی آئندہ)

بقیہ مضمون امداد از صفحہ ۲۴۰ :-

مندرجہ بالا عبارت کا دوسرا ٹکڑا کہ ایسے شخص کو طلب حدیث الخ سیرۃ النعمان میں کہیں درج نہیں۔ یہ خود مؤلف حقیقۃ الفقہ نے شبلی پر افترا کیا ہے۔ پہلے اس سیرۃ النعمان کا نسخہ مطبعہ تونسہ پریس دہلی ۱۳۰۷ھ موجود ہے عبارت مذکور کا پہلا ٹکڑا اس کے صفحہ ۶ پر درج ہے۔ اس کتاب سے دوسرا ٹکڑا صفحہ ۷ پر منہا ہے تھا۔ مگر ہم نے صفحہ ۶ پر ۹۰ تک ایک ایک لفظ اس کتاب کا پڑھ ڈالا۔ پھر باقی ساری کتاب پر بھی سرسری نظر ڈالی تو کہیں اس عبارت کی کوئی نہ پائی ہم نے یہ کوشش صرف احتیاط کی درندہ زبان کا مذاق رکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس عبارت کا یوسفی انداز اس کا جیسے پوری طرز احدا اس کی راجوتانی بلاغت خود بتا رہی ہے کہ شبلی کے جواب پر نیز ظم سے اس کو منسوب کرنا انتہا کی بے وقوفی اور جہالت ہے۔ مولوی یوسف کو اتنی عقل نہ آئی کہ اس عبارت کو شبلی کے ساتھ منسوب کرنے کے لئے اس کا محاورہ تو کسی اہل قلم سے درست کر لیتے۔

اس سے بھی بالاتر شہادت اس عبارت کے افترا و بہتان ہونے کی یہ ہے کہ علامہ شبلی تو حاکم پر یوں فرما رہے ہیں۔ کہ اس کتاب کے پہلے حصے میں ہم امام ابو حنیفہؒ کی تحصیل حدیث کے حالات ان کتابوں کی سند سے لکھ آئے ہیں جن پر جن رجال کا دار و مدار ہے۔ اب غور کرو۔ کہ جس شخص نے بیس برس کی عمر سے جو نعم کی درستی اور نیکوئی کا زمانہ ہے۔ علم حدیث پر توجہ کی ہو۔ اور ایک مدت تک اس شخص میں مصروف رہا ہو جس نے کوفہ کے مشہور شیوخ حدیث سے حدیثیں لیکھی ہوں جو حرم محترم کی درس گاہوں میں رسول تحصیل حدیث کرنا رہا ہو۔ جس کو مدینہ منورہ کے شیوخ نے سند فضیلت دی ہو جس کے اسناد حدیث عطا ابن عباح۔ نافع ابن عمر۔ عمر بن دینار۔ حارث ابن دثار۔ اعش کوفی۔ امام باقر۔ علقمہ بن مرثد۔ گھولث می۔ امام اوزاعی۔ محمد بن مسلم الزہری۔ ابوالفتح السبکی۔ سلیمان ابن یسار۔ عبدالرحمن بن ہریرہ اللزعز منصور المتمر۔ شہام ابن عروہ وغیرہ ہوں۔ جو جن روایت کے اسکان ہیں۔ اور جن کی روایتوں سے بخاری مسلم امامان ہیں۔ وہ حدیث میں کس رتبہ کا شخص ہوگا۔ اس سے پہلے صفحہ ۲۲ پر فرما چکے ہیں۔ یہ خیال اگرچہ غلط اور بالکل غلط ہے کہ امام ابو حنیفہ علم حدیث میں کم مایہ تھے۔ تاہم اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ عام طور پر وہ محدث کے لقب سے مشہور نہیں۔ اس سے بھی پہلے صفحہ ۱۴ پر ارشاد کر چکے ہیں۔ کہ امام حنیفہ اس خصوصیت کے ساتھ مشہور ہیں۔ کہ ان کے شیوخ حدیث بنیاد تھے۔ ابو حفص کبیر نے دعویٰ کیا ہے۔ کہ امام نے کم از کم چار ہزار شخصوں سے حدیثیں روایت کیں الخ۔

ناظرین! جو شبلی نعمانی اپنی کتاب میں مذکورہ نیوں عبارتیں لکھ رہا ہے اور ان کے مضمون کی تائید میں اس کی ساری کتاب سیرۃ النعمان وقف ہے۔ کیا وہ اس کتاب میں کسی جگہ بھی لکھ سکتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا سفر کرنا طالب علمی کی محنت اٹھانا۔ حدیث حفظ کرنا دشوار بلکہ نا ممکن کہنا چاہیے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ وہ کون عقل کا اندھا ہوگا جو شبلی جیسے مشہور مؤرخ کو ایسی متضاد اور بے بنی باتیں مانگنے والا سمجھے یا کہے۔ جو لوگ امام اعظم کی عدالت اور ذہب حنفی کے حدیث بنا پر کذب و افترا کی مصیبت کا ارتکاب اس جرأت سے کر سکتے ہیں کیا وہ پھر بھی عامل بالحدیث ہونے کا دعویٰ کرتے رہیں گے؟ (باقی افسندہ)

مسلمانوں کی ازدواجی زندگی

احمد

اس کے مفاسد

ارتداد کے ذریعہ فسخ نکاح کے متعلق

آج کل تمام مسلم اخبارات و رسائل میں بجا طور پر شور برپا ہے۔ علمائے کرام اور ملک کے دیگر ارباب فکر و رائے پورے بصیرت کے ساتھ اظہار خیالات فرما رہے ہیں۔ اور اس شدید مریض کی چارہ گری کے لئے مختلف تدابیر پیش کی جا رہی ہیں۔ کیونکہ یہ مسئلہ دراصل مسلمانوں کی موت و حیات کا مسئلہ ہے۔ اسی جذبہ کے تحت اور ضرورتِ حاضرہ کے پیش نظر میں یہ مضمون سپرد قلم کر رہا ہوں۔

میں اس مضمون میں اس فتنہ کی روک تھام کے لئے کوئی تجویز و رائے پیش نہیں کروں گا۔ کیونکہ دیگر ارباب فکر و رائے مجھ سے بہتر طریق پر اس عنوان پر جامع فرسائی اور دھڑ دھڑپ کر رہے ہیں۔ میں تو آپ کو اس موادِ فاسد کے منبع تک لے جانا چاہتا ہوں۔ تاکہ آپ اپنی قوم کی ازدواجی زندگی کی کردہ تصویر دیکھ لیں۔ جس کی ہولناکی نے گھڑکی چار دیواری کو عورت کے لئے ایک خوفناک قید خانہ بلکہ قہم بنا رکھا ہے۔ اور جس نے ہماری سوشل زندگی پر ایک گونہ موت طاری کر رکھی ہے۔ میں اس مضمون میں دکھانا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کی اجتماعی و ازدواجی زندگی اسلامی قوانین و احکام پر استوار نہیں اور ظالم مردوں نے عورتوں سے اسلام کی دی ہوئی آزادی سلب کر لی ہے۔ اور اپنے ظالمانہ تیوں میں اسے بری طرح مجبور و محصور کر لیا ہے۔ یہ ہے مذکورہ بالا فتنہ کا اصلی مطلب۔ اور سرچشمہ۔ اگر آپ حکومت کے پاؤں پر گر سقو قانون بھی بوالہیں تو اس فتنہ کا سد باب نہیں ہو سکتا۔

اس ضروری اور مناسب تنہید کے بعد اب میں اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ و بواللہ العالی

دنیائے انسانی کو خالق کائنات نے دو صنفوں پر تقسیم کیا ہے۔ صنفِ عورت کی حیثیت | نازک اور صنفِ کرخت یعنی عورت اور مرد۔ عورت دنیائے انسانی کا

ایک جزو لا ینفک ہے۔ قدرت نے ان دونوں صنفوں میں اگر کچھ فرق و امتیاز رکھ لیا ہے۔ تو محض اتنا کہ ایک کے لئے جسمانی دما مضبوط ہیں۔ اور دوسرے کے خداداد کمزور۔ اور یہ فرق و امتیاز بھی اس لئے ہے کہ مرد اہمیت و مشقت زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے قدرت نامرد کے قوی مضبوط ہو گئے۔ اور عورت کو گھڑکی چار دیواری میں محنت و مشقت نہیں کرنی پڑتی۔ اس لئے وہ نرم و نازک ہو گئی۔ باقی رہا۔ صورت و

شبہات کا فرق و امتیاز وہ چننا قابل اعتناء نہیں۔ خالق کائنات نے عورت کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ اُس سے نسل انسانی کا سلسلہ جاری ہے۔ اسی وجہ سے قدرت نے مرد کا میلان اس کی طرف کر دیا ہے۔ اور نسا ئیت میں ایسی جاذبیت و دلکشی رکھ دی ہے۔ کہ اُس کی بے پناہ قوت کشش سے مرد کسی حالت میں بچ ہی نہیں سکتا۔ عورت کسی حیثیت میں بھی ہو۔ مرد کے لئے باعث سکینت و راحت ہے مرد کی مسرت و کامرانی کا بنیاد عورت ہے۔ وہ مرد کی رفاقت کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ عورت ہی سے مرد کیلئے خلوص و انسیت اور خوش باش زندگی کی ایک نئی دنیا آباد ہوتی ہے۔ غرض عورت مرد کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اگر اس دنیا میں عورت کی محبت پاشیاں اور بہار افزائیاں نہ ہوتیں تو یہ دنیا اندوہ و الم کا ایک جہنم کدہ ہوتی۔ یہ عورت ہی تو ہے جس نے اس دُکھوں بھری دنیا کو عشرت کدہ بنا رکھا ہے۔ اس لحاظ سے مرد اس کی جتنی بھی قدر کرے کم ہے۔ مگر نسا ئیات کی یہ کیسی جگر خراش داستان ہے۔ کہ مرد پر اپنی زندگی کی تمام راحتیں قربان کرنے والی عورت کو ظالم مردوں نے ہمیشہ اپنے ظالمانہ چہرہ اقتدار میں مجبور و محصور رکھا۔ اُس کی شفقتوں اور محبتوں کے بدلہ میں اس کو ذلت و حقارت سے ٹھکرایا جس سیکر و فاسے سکینت و راحت پائی اُس کے جگر میں خنجر ظلم بھونکا۔ اور اس کو تختہ شق ستم بنائے رکھا۔

نسا ئیات کی قدیم تاریخ کا مطالعہ کرو۔ تو تمہیں معلوم ہوگا۔ کہ غریب عورت کیونکر ٹھکرائی جاتی رہی۔ اور کیسے کیسے دردناک مظالم کا شکار رہی ہے۔ مختصر طور پر اتنا جان لو کہ عقل کے پتلے اور اپنی غرض کے دیولنے انسان نے عورت کے تمام فطری حقوق کا بے دردانہ قتل عام کر کے اس کو اپنی محلوکہ و مقبوضہ سمجھے۔ اس کو محض اپنی خود غرضی کا ایک آلہ کار بنائے اور عورت کو اپنی غلامی پر مجبور کئے رکھا۔ اور عورت کو ذلت و حقارت کے اسفل السافلین میں دھکیل دیا۔ زمانہ قدیم کی تاریخ اس بارے میں ایک خوفناک اور وحشیانہ تاریخ ہے جس کے تصور سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ کیا یہ جبین آدمیت پر کلنگ کا ٹیکہ نہیں کہ ظہور اسلام سے پہلے مرد اور عورتوں کو بھیڑ کبڑوں کی طرح اپنی ملکیت اور قبضہ میں رکھتے تھے۔ اور ان کو عام طور پر بیچ دیتے تھے۔

اگر مذہبی تعصب سے کام نہ لیا جائے۔ تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح سامنے آ جاتی ہے۔ کہ عورت کی مظلومیت کا مداوی اور اس کی امداد و دست گیری دنیا کے کسی مذہب کسی قوم اور کسی تہذیب نے نہیں کی۔ اور کسی نے بھی اس کو آزادی نہیں بخشی۔ کسی مذہب اور قوم نے بھی عورت کی فریاد رسی نہیں کی۔ اسلام سے پہلے اس آسمان کے نیچے سب سے زیادہ ذلیل اور حقیر سستی عورت کی تھی جس کی مظلومیت کس مپرسی اور بیکی پر عدل و انصاف اٹھ اٹھ آئندہ روپے تھے۔

جملہ مذاہب میں، جملہ ممالک میں اور جملہ اقوام میں عورت کی حالت نہایت افسوسناک درد انگیز اور قابل رحم تھی۔ سب سے زیادہ قابل رحم حالت عرب میں تھی۔ جہاں لڑکیوں کو زندہ دگر کر دیا

جاتا تھا۔ آج بھی اگرچہ زمانہ بہت کچھ اصلاح و ترقی حاصل کر چکا ہے۔ تہذیب و تمدن کا ہر طرف غلبہ ہے عورتوں کی آزادی اور ترقی کے شور سے کان پھٹے جلتے ہیں۔ اور اسلامی تعلیمات نے تمام اقوام و ملک میں کسی قدر اصلاح و ترمیم کر دی ہے۔ اور زمانہ کروٹ لیتا ہوا نظر آتا ہے۔ لیکن عورت کی مظلومیت بچا کرگی میں کوئی کمی نظر نہیں آتی۔ مغربیت نے اس کے حسن و نزاکت کو ضرور عریان اور عام کر دیا ہے۔ اور موجودہ تہذیب نے اُسے لطف اندوزیوں کی صورت میں اضافہ کر کے ہوس رانی میں چار چاند لگا دیے ہیں مگر اس کے حقوق بدستور غصب شدہ ہیں۔ اور اس کی حالت ہر جگہ قابلِ رحم ہے۔ موجودہ تہذیب کی بنیاد صرف نفسانی خواہشات کی تکمیل پر ہے۔ اس لئے وہ کیا خاک عورت کو آزادی و ترقی دلا سکتی ہے۔ بلکہ آج عورت کا وجود جلتی آگ پر تیل کا کام سے رہا ہے۔ آؤ اب اُس مذہب کی تعلیمات کو دیکھ لو۔ جس نے دُنیا میں اگر عورت کی صحیح حیثیت سے مردوں کو روشناس کرایا۔ اور ان کے تمام غصب شدہ حقوق واپس ملائے۔

عورت پر اسلام کے کرم کی بارش | یوں تو اسلام کا کائنات انسانی کے ذرہ ذرہ پر احسان ہے جس نے دُنیا میں اگر تہذیب و ترقی کی بنیاد رکھی۔ لیکن

عورت پر خصوصیت کے ساتھ اس کا احسان ہے جس کے بار سے وہ قیامت تک سر نہیں اٹھا سکتی۔ اگر کوئی عورت ان عرشِ اسلام سے نکل کر کفر و ارتداد کی گھٹی میں گر گئی ہے۔ تو سمجھ لو۔ کہ یقیناً اس کو اسلام کی ناقصی اور مرد کے ظلم نے کھڑا ارتداد پھجور کیا ہے۔ مسلمان عورت سب کچھ کر سکتی ہے۔ مگر اسلام کی بخشی ہوئی آزادی کے سایہ میں رہ کر اسلام سے برگشتہ نہیں ہو سکتی۔

انراضِ اسلام نے دُنیا میں اگر عورت کی ذلت و مرہوبیت کا خاتمہ کیا۔ اس کو تمام جائز اور فطری حقوق بخشے۔ امدانِ واحدیں اُسے مرد کے برابر عزت کے تخت پر بٹھا دیا۔ قرآن حکیم میں عورتوں کے حقوق اور آزادی کی ایسی حفاظت و نگہداشت کی گئی ہے۔ کہ آج کی مہذب دُنیا کا وہاں تک طائر خیال بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اگر اسلامی دُنیا قرآنی احکام پر کاربند ہو جائے۔ اور مسلمان عورتیں انسانی فکر و طئے کی پابندیوں اور جبرِ بندگان سے آزاد ہو جائیں۔ تو فقیہ و ارتداد کا آج ہی سدِ باب ہو جائے۔ اور مسلم گھرانوں میں امن و مسرت اور راحت و سکون کے پھولوں کی بارش ہوتی ہوئی نظر آئے۔ اب ذرا غور سے آئینہ تفصیلاً سنو اور دیکھو۔ عورت پر اسلام نے کیونکر کرم کی بارش کی ہے۔ اور اسلام کے دعویداروں نے کس طرح اس بارش کی بہار افزائش کو جہنم کی لیٹیوں میں تبدیل کیا ہے۔

نکاح کی مذہبی حیثیت | اسلام دُنیا میں اس لئے آیا ہے۔ کہ انسان کو گونا گونا گویا امراض و عواض کی گرفتاریوں اور مصیبتوں سے بچا کر روحانی و جسمانی راحت و سکون بخشے۔ اور فطری خواہشات کی تکمیل کر کے اس کو اخلاق و روحانیت کی

بلندیوں پر پہنچائے۔ دُنیا جانتی ہے کہ جو ان اور بالغ ہو جانے پر عورت اور مرد دونوں کے قلوب میں ایک دوسرے سے ملنے کی جونا قابل برداشت خواہش پیدا ہوتی ہے۔ وہ فطری ہے۔ جس کی تکمیل کے بغیر انسان کو چاہیہ نہیں۔ اسلام میں ترکِ دُنیا ممنوع و حرام ہے۔ وہ دیگر مذاہب کی طرح فطری خواہشات کو بالمال اور نظر انداز نہیں کرتا۔ بلکہ ان کو صحیح راستہ پر لگاتا ہے۔ اس لئے عہدِ مرد و عورت کی مذکورہ بالا فطری خواہش کی تکمیل کے لئے حوصلے زیادہ زور دیتا ہے۔ کیونکہ اس خواہش کی تکمیل مذہب و اخلاق اور روحانی زندگی کی بنیاد بنی ہوئی ہے۔ چنانچہ رسولِ کریم علیہ السلام نے اجماع و التسلیم کا ارشاد ہے: **النکاح من سنتی من رغب عن سنتی فلیس منی** یعنی نکاح کرنا میری سنت ہے اور جو میری سنت سے روگردانی کر لیا۔ وہ میری امت میں سے نہیں۔ ایک دوسرا ارشاد ہے۔ **من احب فطولی فلیتسنن بسنتی ومن سنتی النکاح**۔ یعنی جسے میری سنت پسند ہو۔ وہ میرے طریقوں کو اختیار کرے۔ اور میری سنت میں سے ایک سنت نکاح بھی ہے پس نکاح کی خواہش پیدا ہونے کے بعد نکاح کرنا سنتِ رسول اللہ اور باعثِ ثواب ہے۔ اور اتباعِ سنت ہی کا نام درحقیقت اسلام ہے۔ یہ ہے نکاح کی مذہبی حیثیت۔ علاوہ ازیں نکاح ہی تہذیب و مذہبیت کی خوبصورتی اور خوش گواری کی بھی بنیاد ہے۔

تہذیب و تمدن کی پیدائش نکاح و شادی ہی کے جذبہ کی بہنِ سنت ہے۔ اور تمدن کے ارتقاء اور دُنیا کی جلوه آرائی و رونق افزائی میں تنہا مرد کا ہی ہاتھ نہیں بلکہ عورت بھی برابر کی شریک اور حصہ دار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عورت و مرد دونوں کو یکساں حقوق دیئے ہیں۔ اور دونوں کو ایک ہی درجہ دیا ہے۔ حد ہے کہ عورت کو مذہبی تقدس کا ذریعہ بتلایا ہے۔ اور اس سلسلہ میں رہبانیت و ترکِ دنیا کا اچھا طرح قطع کر دیا۔

اسلام نے جہاں مرد کے جذبات کی تکمیل کا فکر و اہتمام کیا ہے وہاں عورت کے جذبات کی بھی پاسداری کی ہے۔ اور عورت پر ظلم و جور کے تمام راستے بند کر دیئے۔

مناکحت کا مقصد | مناکحت و شادی کا حقیقی مقصد اسلام نے تحفظِ ایمان اور بقائے نسلی قرار دیا ہے۔ اور یہ دونوں مقاصد جتنے بلند اور اہم ہیں ظاہر ہے۔ ان دونوں

مقاصد کی تکمیل میں مرد و عورتوں کے محتاج ہیں اور عورتیں مردوں کی۔ پھر ان میں فرق و امتیاز کیا۔ اور مرد و عورت کی نسبت اعلیٰ و اسفل کا درجہ کہاں؟ ایک کی کشش اور مرتبہ کو کمزور و کمتر اور دوسرے کی مضبوطیت و قوت کو قوی و برتر سمجھنا اعلیٰ درجہ کی حماقت اور لاعلمی و جہالت ہے۔ پس جب دونوں اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ اور نظامِ عالم دونوں کے اشتراکِ عمل سے قائم ہے تو سچے کامل اور فطری مذہب کا فرضِ اولین ہے کہ دونوں کے امیال و عیال و عیال و عیال اور جذبات و حیات کا لحاظ رکھے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ اسلام کے سوا کسی مذہب نے بھی دونوں کے

امیال و عواطف کا لحاظ نہیں رکھا۔ بلکہ مرد کے جذبات و حیات کے لئے عورت کے جذبات و حسیات کو قربان کر دیا جیسی تو دنیا کے جملہ مذاہب، جملہ اقوام اور جملہ تہذیبیں اب تک عورت کی امداد و دلگیری سے قاصر ہیں۔ اس دعویٰ کا ثبوت ملاحظہ ہو۔

اسلام نے عورت کو شادی کا اختیار دیا

اسلام ایک فطری اور ربانی مذہب ہے۔ شادی و نکاح کے بارے میں اس نے مرد و عورت دونوں کو اختیار دیا ہے۔ نزلہ بر عضو ضعیف سے ریزہ کے مطابق عورت کو مجبور بنانے کی سہی نہیں کی اسلام نے عورت کی پسندیدگی اور اس کے ایجاب کو نکاح کی شرط اولین قرار دیا ہے۔ اگرچہ عورت کے باپ اور جائز ولی کو ہر طرح یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی لڑکی کا نکاح جس کے ساتھ چاہے کرے۔ مگر ولی کا یہ اختیار عورت کو مسلوب الاختیار نہیں کرتا۔ عورت کے ولی کا اختیار خود عورت کے اختیار کا معدوم ہونا ہے نہ کہ اس کا مقابل۔ یہی وجہ ہے کہ عورت کے اختیار کے سامنے ولی کا اختیار کا عدم ہوجاتا ہے۔ دیکھئے اسلام نے شادی کے بارے میں عورت کو کہاں تک اختیار دیا ہے۔ اگر والدین نے اپنی لڑکی کی شادی نابالغی کی حالت میں کر دی اور عورت ہوشیار و بالغ ہو کر اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کرے۔ تو نکاح صحیح نہیں رہتا۔ یعنی وہ چاہے تو اس نکاح کو توڑ سکتی ہے۔ مگر افسوس کہ مہارے فقہاء کے اختلاف نے عورت سے اس اختیار کو چھین لیا ہے۔

میں نے اوپر لکھا ہے کہ عورت کے اختیار کے سامنے اولیاء کا اختیار بے بس ہوجاتا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں قرآن حکیم نے اولیاء کو یہ نصیحت و ہدایت کی ہے :-

فَلَا تَعْصُوهُمْ اِنَّ بَيْنَكُمْ اِذَا جِئْتُمْ اِذَا تَرَاٰهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ذٰلِكَ يُوْضِعُ بَیْنَكُمْ

مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُوْصِيْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اور بروز قیامت پر ایمان لایا ہے۔

علی بن ابی طلحہؓ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ نصیحت ایسے شخص کے بارے میں اُتری ہے جس نے اپنی عورت کو ایک یا دو طلاق دیں۔ اور اس کی عدت گند گئی۔ اس کے بعد اُسے بہتر معلوم ہوا۔ کہ دوبارہ اس عورت سے نکاح کر لے اور عورت بھی اس امر پر رضا مند تھی۔ مگر عدت کے اولیاء اس امر سے مانع ہوئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ممانعت کو ہی۔ کہ عورت کو اس سے منع نہ کریں۔ چنانچہ اُس کا سبب نزول بخاری نے معقل بن یسار کا واقعہ بیان کیا ہے۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ان کی بہن کے شوہر نے ان کو طلاق دیدی تھی۔ یہاں تک کہ عدت گزر گئی۔ پھر اُس سے دوبارہ نکاح کا ارادہ کیا۔ عورت بھی رضا مند ہو گئی۔ مگر معقل بن یسار نے

اپنی بہن سے کہا کہ اگر تو نے اس سے نکاح کیا تو میں تیری صورت سے بیزار ہو جاؤں گا۔ اس پر یہ اہلیت ہوئی۔ اور وہ اپنے اصرار سے باز آ گئے۔ دیکھا آپ نے اسلام نے کیونکر عورت کے حق کا تحفظ کیا۔ اور اسے ایسا دل و عواطف کا لحاظ رکھا؟

اسلام اس بات کا لحاظ رکھتا بھی کیوں نہ۔ یہ ایک موٹی سی بات ہے۔ کہ شادی کے بعد میاں بیوی دونوں افراد کو یکجا رہنا اور متاثرانہ زندگی بسر کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے اسلام میاں بیوی کو اختیار رکھ دیتا ہے کہ دونوں اپنی اپنی پسند و اختیار سے کام لیں۔ اس معاملہ میں کسی دوسرے کو دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ اسلام نے عورت کو اپنے نکاح کے معاملہ میں پوری آزادی دی ہے۔ اور واقعی دینی بھی چاہیے تھی۔ کیونکہ یہ معاملہ اس کی اپنی زندگی کا معاملہ ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل کا خلاصہ یہ ہوا۔ کہ عورت اپنی شادی کے معاملہ میں کلیتہً آزاد ہے۔ عورت کی مرضی کے خلاف کسی ولی کو دباؤ ڈالنے کا کوئی حق نہیں۔ اور مرد کو عورت پر ظالمانہ اقتدار ہرگز نہ حاصل نہیں۔ اب رہا نکاح کی

اختیارِ اولیاء کا فلسفہ

ولایت کا معاملہ۔ سو اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ اسلام نے عورت کو مرد کی ولایت و سرپرستی میں دیا ہے۔ مگر اس لئے نہیں کہ عورت شادی کے معاملہ میں قطعاً بے بس ہو جائے۔ اور باپ جہاں چاہے اندھا بند اپنی لڑکی کو کسی کے پلے باندھ دے۔ بلکہ اس لئے کہ عورت کے اختیار کو بے راہ روی سے بچائے۔ اختیارِ اولیاء کا منشاء محض یہ ہے۔ کہ نکاح کے وقت کوئی شخص عورت کی طرف سے موجود رہے اور عورت کی ترجمانی کا حق ادا کرے۔ عورت بہر حال آزاد ہے۔ وہ نکاح تو اپنی رضامندی اور اختیار سے کرے گی لیکن اسلام نے احتیاطاً ولایت کی پابندی عائد کر دی ہے۔ جو اس کی طرف سے گھٹنگو کرنے کا مجاز ہوتا ہے۔ اس پابندی کی وجہ یہ ہے۔ کہ نکاح مجمع عام میں ہوتا ہے۔ اور کسی کنواری لڑکی کا مجمع عام میں کہہ کر بات چیت کرنا۔ اسلامی تہذیب و شرافت کے خلاف ہے۔ اس لئے ولی کا ہونا ضروری ہوا۔ تاکہ وہ عورت کے منشاء کو مجمع میں اچھی طرح واضح کر سکے۔

جس طرح عورت عاقلہ بالغہ کو خواہ وہ شیب ہو یا دوشیزہ یہ اختیار حاصل ہے۔ کہ وہ بغیر موجودگی ولی کے اپنا نکاح جس سے چاہے کر لے۔ خواہ وہ شخص کفو ہو یا نہ ہو۔ وہاں ولی کو بھی یہ حق ہے۔ کہ اگر لڑکی نے غیر کفو میں نکاح کیا ہو تو حاکم شرع سے کہہ کر نکاح فسخ کرائے۔ مگر حکم صرف عرب کے لئے ہے۔ غیر عرب اس سے مستثنیٰ ہیں۔

ولایت کے تمام احکام محض عورت کی خیر خواہی اور فلاح و بہبود کی بناء پر ہیں۔ نہ کہ اس لئے کہ اسلام نے بلاوجہ یونہی عورت کو ولی کے اختیار کے سامنے بے بس کر دیا ہو۔ عورت اکثر بہ نسبت مرد ناقص العقل ہوتی ہے۔ اور شرعی و فطری پردہ اور تہذیب و شرافت کی قیود و پابندی کے ہوتے ہوئے

شہر کا صحیح اور جائز انتخاب نہیں کر سکتی۔ اس لئے ولی کے ذمہ یہ فرض عائد ہوا کہ شہر کے انتخاب کا حق ادا کرے۔ اور عورت کو فوری جذبات کی زد میں نہ پہننے دے۔ اسلام ایسی قید و پابندی کا ہرگز ہرگز روادار نہیں کہ باپ جس کے ساتھ چاہے اپنی لڑکی کا دامن باندھ دے۔ اور جس کنوئیں میں چاہے دھکیں دے۔

اگر باپ بڑا موقوف یا ناقابل اعتدال اندیش اور بے عقل ہونے کے علاوہ حریص و طامع بھی ہو تو اس کی ولایت دوسرے کوئی چیز نہیں۔ عاقل و فہم لڑکی اپنے نکاح کے معاملہ میں آزاد ہے۔ اپنے اختیار اور پسند سے جس سے چاہے شادی کر لے۔ لڑکی کے والدین اسے شادی کے معاملہ میں صلاح و مشورہ دے سکتے ہیں۔ اور اس کو تمام تشبیب و فراز سمجھا سکتے ہیں۔ کیونکہ لڑکی سرسراں کے مشورہ و کالت اور ان کے ذریعہ تحقیق حالات کی محتاج ہے مگر اختیار اسے ہی حاصل ہے۔ اور نکاح میں اصل چیز لڑکی کی ایک "ہاں" اور ایک نہیں ہے۔ مگر آہ ایہ عورت کی کیسی لامتناہی مصیبت و غلامی ہے۔ جو اسلام میں بھی اس کا بچھا نہیں چھوٹی۔ اسلام تو قدم قدم پر عورت کو آزادی عطا کرتا ہے۔ مگر انسانی فکر و اجتہاد بھی قدم قدم پر اس آزادی کی راہ میں اپنی ایک بھاری رکاوٹ ڈال دیتا ہے۔ چنانچہ اسلام نے تو نکاح و شادی کے بارے میں مذکورہ بالا پابندی کے ساتھ عورت کو اختیار رکھی دیا ہے۔ مگر قیاس نے ولی کو ایسے اختیار دے دیے ہیں۔ کہ بھاری پورٹ کا اختیار بے دست و پا ہو کر رہ گیا۔ حد ہے کہ اگر والدین نے نابالغی کی حالت میں اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا۔ تو اسکو بالغ ہو کر اس معاملہ میں چون و چرا کی قحط گنجائش نہیں۔ بلکہ عورت کا مذکورہ بالا شرعی اختیار کہاں گیا۔ ذرا غور تو کرو۔ بیچارہ عورت کی گردن کیونکر دوسروں کے ہاتھ میں دے دی گئی ہے۔ اگر عورت کا باپ نہ ہو۔ تو نکاح کا اختیار کسی دوسرے جائز ولی کو ہے۔ اگر یہ بھی نہ ہو۔ تو قاضی ہی اس پابندی کا حق ادا کرے۔ اختیار ولی کی اس ناجائز اور انسانی وسعت نے ہر اہل لڑکیوں کو زندہ درگور کر رکھا ہے۔ عورت کے شرعی اختیارات پر اس قسم کی پابندیوں نے ہمارے گھروں کو بغض و عناد اور نا اتفاقی و ناچاقی کا جہنم کردہ بنا رکھا ہے۔ مگر کسی مذہبی اجارہ دار کی کیا مجال جو ذرا بھی غیر شرعی پابندی کے خلاف زبان لاوے۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اگر مسلمان عورتوں کو نکاح کا جائز اور شرعی حق دیدیں اور ولی اپنے فرائض منصبی کو پوری چھان بین اور تحقیق و تدقیق کے ساتھ ادا کریں۔ تو یہاں بیویوں کے جھگڑوں۔ نا اتفاقیوں اور طلاقوں میں ستر فیصدی کمی واقع ہو جائے۔ اور ازدواج کے ذریعے نکاح فسخ کرنے کی نوبت ہی نہ آئے۔

مذکورہ بالا تفصیل حاصل و منشاء

یہ ہے کہ عورت پر مرد کو ہرگز ہرگز ظالمانہ اقتدار حاصل نہیں۔ اور عورتوں کی فلاح و بہبود و آزادی کے سلسلہ میں نکاح و شادی کی آزادی شرط اولین تھی۔ سو وہی اسلام نے عورتوں کو پوری قیاضی اور فطرت شناسی کے ساتھ دیدی ہے اور مسلمانوں کی خوش گوار زندگی کی خشت اولین رکھ دی ہے۔ اب اسلام کسی غیر شرعی پابندی

کارمادار اور ذمہ دار نہیں۔ پس مسلمانوں کے موجودہ خانگی جھگڑوں، نا اتفاقیوں اور طلاقوں کا منبع عورت کے شرعی اختیارات پر دو کا ظالمہ قبضہ اور حقوق کی بے بدولت پامالی ہے۔

خلاف پسندیلوں کے المناک نتائج | متاثرانہ زندگی کی مسرت اور خوش گواری صحیح انتخاب زوجین پر منحصر ہے۔ اگر اس میں ذرا سی بھی غلطی ہو۔ تو پھر شادی کا لطف مبتدل بہ رنج و الم ہو جاتا ہے۔ ہماری سوشل زندگی میں بھی چیز مفقود ہے۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو میں عرض کروں گا کہ ہماری قوم کی انسی فیصدی شادیاں خلاف پسند ہوتی ہیں۔ پھر میاں بیویوں میں صورت نماہ کیے ہو۔ والدین اپنی پسند و انتخاب کے لئے لڑکے لڑکیوں کے جذبات و حیات کی پرواہ نہیں کرتے۔ لڑکے کو تو خیر کسی قدر انتخاب میں آزادی بھی ہوتی ہے۔ مگر لڑکی لڑکی کو تو دم نہ مارو شکوہ گزارو کے اصول پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ لڑکی کے انتخاب زوج کا نام آیا اور مسلمانوں نے کانوں پر ہاتھ رکھے۔

بعض اوقات تو حرص و طمع و سہی شرم و حیا اور دستور و رواج عجیب عجیب دلدوز نظامے کے سامنے پیش کرتے ہیں مثلاً نہرہ جمال و مادہ طلعت نازنین اجڑ اور جاہل کھو ہے کے پتے باندھ دی جاتی ہے۔ غریب دوشیزا کی سیموزر کے لالچ میں بڑھے کھوسٹ کی آغوش جہنم میں جھونک دی جاتی ہے۔ دس سال کی بچی پچیس سال کے کڑیل جوان کے گلے مڑھ دی جاتی ہے۔ دہن کی عمر سپردہ یا سولہ سال کی ہے۔ جوانی کی رقتیں اور مرادوں کے دن ہیں۔ گردو لہا میاں اپنی ماں سے دھڑک رہی ہوں۔ ایک طرف بی بی تو ماں کے سینے سے لپٹی ہوئی دودھ پی رہی ہے۔ دوسری طرف نوشہ میاں آبا کی گود میں بیٹھے ہوئے ہوں ہوں کر رہے ہیں۔ اور تقاضی جی بیٹھے ہوئے نکاح پڑھا ہے ہیں۔ سب سے زیادہ اندوہناک منظر وہ ہوتا ہے کہ گریجواریٹ کے پتے کتہہ ناکر کش ہو بی بندھی چلی آ رہی ہے۔ اور ستر برس کی لڑکی ساٹھ برس کے بڑھے لئے چلے آ رہی ہے کیسی جہالت و ذہابھی ہے۔ کہ جن کی زندگی بھر کا معاملہ ہوتا ہے۔ ان کو کچھ سوچنے سمجھنے کا موقعہ نہیں دیا جاتا۔ اور شادی جو ہمیشہ زندگی کا دروازہ ہے مصیبت کے جہنم کی چھانک بن جاتی ہے۔ بتلائے اسی بے جوڑ اور خلاف پسند شادیوں میں کیا خاک لطف آ سکتا ہے۔ زندگیاں تباہ ہو جاتی ہیں۔ بے کیفی اور بے لطفی خزاں بارغ آرزو کے لہاتے ہوئے چمن کو ویران کر دیتی ہے۔

ہمارے یہاں شادیاں کیا ہوتی ہیں۔ میاں بیوی کے جذبات و حیات کی قربانی ہوتی ہے عقل و بینش کا دیوالہ نکلنا ہے۔ اور جہالت و حماقت کا بول بالا ہوتا ہے۔

ان خلاف پسند شادیوں کے جو المناک نتائج ہوتے ہیں وہ ظاہر ہیں صحت و عمر تباہ ہوتی ہے۔ خانہ جنگی اور نا اتفاقی گھر میں جنم لیتی ہے۔ لڑکے بالا خانوں کی سیر میں راہیں گھماتے ہیں اور

شرف زادیاں کلبہ احزان کے تاریک گوشوں میں منہ سر لیٹے اپنے والدین کی جان کو روتی ہیں۔ عصمت فروش عورتیں تاک جھانک میں لگ جاتی ہیں۔ اور مرد "دل پھینک" ہوس رانی کی مشق شروع کر دیتے ہیں۔ وہ کسی تاریک گوشہ میں سیاہ کاری کی مشق کرتے ہیں۔ اور عورت فغرو جاتی ہے۔ اب اُس کے لئے ایک ہی راہ ہوتی ہے۔ کہ اپنے خلاف پسند ناکارہ اور ظالم شوہر سے پیچھا چھڑانے کے لئے عیالی یا آریہ ہو جائے۔ (باقی آئندہ)

پنجاب کے آریہ مترسول کی سوالات

ایک نومسلم کے قلم سے

(سلسلہ اشاعت گذشتہ)

۱۲۸۔ صفائی کے متعلق دیانند صاحب سنجھارت پرکاش کے صفحہ ۸۴ پر منومہاراج کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں کہ روٹی کھانے سے پہلے غسل کرنا چاہئے۔ اور دوسری جگہ پھر لکھتے ہیں کہ روزمرہ اِستِنا کرنا چاہئے۔ اس طرح تین دفعہ روزانہ غسل کرنا انسان کی طاقت سے بعید ہے اور وہ عالمگیر اصول ہرگز نہیں ہے۔ چنانچہ سرد ممالک میں کوئی بھی روزانہ تین مرتبہ اِستِنا نہیں کر سکتا۔ حتیٰ کہ گرم ممالک میں بھی سردی کے موسم میں بھی کوئی روزمرہ بمشکل نہا سکتا ہے پھر دیانند صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں کہ صرف اتنی صفائی رکھنی چاہئے جس سے بدن سے بدبو نہ آوے۔ اب دیانند صاحب کی تین باتوں میں سے کونسی بات ماننا چاہئے؟ آپ کے تینوں اقوال متضاد ہیں۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ جیسی اسلام میں صفائی اور پاکیزگی ہے۔ ایسی کسی دوسرے مذہب میں نہیں ہے۔ اس لئے ویدک دھرم انسانی ذات کا فطری اور عالمگیر دھرم ہرگز نہیں ہو سکتا۔

۱۲۹۔ انسان کے مرجانے کے بعد اس کی لاش آگ میں جلانے سے زمین میں دفن کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ جلانے سے ہوا خراب ہوتی ہے۔ اور بدبو ارد گرد پھیل جاتی ہے۔ جو صحت کے لئے نقصان دہ ہے۔

۱۳۰۔ قرآن شریف میں جو جملہ خصوصیات ہیں۔ وہ ویدوں میں نہیں ہیں۔ اور اس میں کئی پیشگوئیاں فرمائی گئی ہیں۔ جو بالکل سچی نکلی ہیں۔ اور لکھتی رہتی ہیں۔ اور اس کی آیات اور احکام انسان کی فطرت کے موافق ہیں۔ اس لئے قرآن شریف بلا شک و شبہ خدائے قدوس کا الہامی کلام

اور زندہ کتاب ہے۔ اور وید زندہ کتاب نہیں ہیں ؟

۱۳۱۔ ویدک دھرم علم سائنس پر مبنی ہے۔ اور اس کا سارا ناز و انداز اس ہی پر ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ علم سائنس سوز کمن ترقی کر کے حدود انتہا کو نہیں پہنچا ہے۔ جیسا کہ سائنسدان ایک وقت ایک تجربہ کرتے ہیں۔ اور پھر دوسرے وقت اُس اگلے تجربے کے رد میں دوسرے تجربے پیش کرتے ہیں مثلاً پہلے سائنسدان ثابت کر گئے تھے کہ سونج پھر تاپا ہے اور زمین ایک جگہ کھڑی ہے۔ جن تجربوں کو آدمی تسلیم کرتے تھے۔ پھر اب سائنسدانوں نے ثابت کیا ہے۔ کہ زمین پھرتی ہے۔ اور سونج ایک جگہ کھڑا ہے۔ پھر ایسے سائنسدان پیدا ہوں گے جو دونوں کو رد کر دیں گے اور کہیں گے کہ سونج اور زمین دونوں پھرتے ہیں۔ اب ہم کس کس سائنسدان کو مانیں اور کس کس کو نہ مانیں ؟۔

۱۳۲۔ افضل اور پاک ملک آریہ ورت (بھارت ورثن) ہے یا عرب (عربستان) ؟ اگر آریہ ورت ہے تو اس کے لئے ثبوت اور دلائل پیش کرو۔ ورنہ سمجھا جائیگا کہ دو کا نذر کی طرح اپنے کھٹے بیروں کو بھی آواز میں بیٹھے بریکار رہے ہو۔

۱۳۳۔ کیا وید انسانوں کے لئے سکھیا (تعلیم) کی کتاب نہیں ہے ؟ اگر نہیں ہے تو بھروہ کونسی کتاب ہے ؟

۱۳۴۔ وید جب عقل کے مطابق (انکول) ہیں۔ اور عقل ویدوں کے مطابق ہے۔ تب ہر مانی کر کے بتائے کہ دنیا کے آغاز میں جب آدمی عقل والے ادگین ہوں سے پاک تھے۔ تب اُن کے لئے ویدوں کے نازل ہونے کی کیا ضرورت تھی ؟ انسان ہوشیاری عقل کے ساتھ بغیر الہام ویدوں کے عمل در کم کر سکتے ہیں جب آغاز دنیا میں انسان جاہل اور بے عقل ہوتے۔ تب الیشور مہاراج ان کے پاس وید (عقل) بھیجتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ الیشور مہاراج علیم کل (سروگیتھی نہیں ہے) ؟ اگر کو کہ آدمیوں نے جب پاپ کے تپ وید نازل ہوئے۔ تو پھر بھی سوال اٹھتا ہے کہ دنیا کے آغاز میں سب سے پہلے ویدوں کے قدیم ہونے کا دعویٰ غلط ہے۔ کیونکہ آدمیوں کے کرم کرنے کے بعد پچھاڑی (انتہا) میں وید نازل ہوئے اور نہ پہلے ؟

اگر کو کہ وید پہلے نازل ہوئے تو ضرورت سے پہلے ہی گھوڑے۔ تلوار۔ تار۔ توپ۔ گائے اور لگام وغیرہ اشیاء کے نام کیوں ویدوں میں درج شدہ ہیں ؟

اگر کو کہ ضرورت کے وقت وید نازل ہوئے تھے۔ تو اس وقت یہ اشیاء گھوڑے۔ تلوار۔ تار۔ توپ۔ گائے اور لگام وغیرہ پیدا ہی نہیں ہوئی تھیں۔ اور پھر بھی وید قدیم نہیں ہوئے ؟

ویدوں کے مہم کون تھے۔ اُن پر کس جگہ وید نازل ہوئے۔ وہ پڑھے ہوئے تھے یا اُن پڑھتے تھے ؟

وہ عیالدار تھے یا کیسے تھے؟ اور اُن کے چال چلن اور اخلاق کیسے تھے؟ دیدنتروں سے مہربانی کر کے ثابت کرو۔

فسخ نکاح مرتدہ اور اسلامی قانون

(حضرت مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب دیوبند)

جناب مولوی محی الدین صاحب قصوری کا مضمون (تبدیل مذہب کے ذریعے نکاح کا فسخ کرنا۔ اور اُس کے انسداد کی صحیح راہ) مدینہ منورہ ۲۸ دسمبر ۱۳۳۲ء میں اشاعت پر بھی دیکھا۔ یہ تو سمجھ میں آیا کہ آپ کو تقلید ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

اب مذاہب مروجہ فی الہند سے کونسا مذہب آپ کا معتقد علیہ ہے وہ متحد بیان ہے۔ بطاہر علی سبیل التنزیل مذہب اہل حدیث سے آپ منسوب معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ تجربہ سے یہی مذہب موم کی ناک ثابت ہوا ہے۔ جو حسب حال زمانہ قالب میں ڈھل سکتا ہے۔ اور تمامی مذاہب منحصرہ کا مبداء بھی یہی غیر مقلد ثابت ہوئی ہے۔

اس مضمون میں بجز اس کے کہ مسائل فقہیہ کی موافقہ انداز میں توہین کی گئی ہے۔ اور کوئی ایک مثال بھی کتاب و سنت سے فقہ حنفی کے خلاف میں پیش نہیں کی گئی۔ اور نہ قرآن وحدیث سے اس کا تصادم اور نہ فقہ حنفی کا ضروریات زمانہ کے لئے ناکافی ہونا ثابت کیا گیا۔ فقط بے ربط اور بے موقعہ قرآن وحدیث کے چند جملے نقل کر دیئے گئے۔ اور سارے مضمون کو متمہ بنا دیا گیا۔ پھر اس طرح کے مضامین لکھنے سے مسلمانوں میں بجز انتشار پیدا کرنے کے اور کون سی فائدہ کی امید کی جاسکتی ہے۔ گرجہ سارے فرق باطلہ مسلمانوں کے انتشار ہی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور اسی کو ترویج مذاہب باطلہ اور اپنے تکثیر سواد کا ذریعہ سمجھتے ہیں عاذا اللہ من شرہم۔

یہ بھی مسلمانوں کی شامت ہے کہ ناصح مشفق کی صورت میں ان کا اجتماعی شیرازہ دہم برہم کرنے کے لئے لوگ پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

کوئی آپ سے پوچھے کہ آیتہ کریمہ ولھن مثل الذی علیھن کا مدلول کیا ہے۔ اور فقہ حنفی کس بات میں اُس کا مخالف ہے اور آپ کی غرض اس کے پیش کرنے سے کیا ہے؟ ہاں آپ کے کوئی حجتی یہ کہہ سکتے ہیں کہ وجہ استدلال خود ہی مذکور ہے۔ اسلام اور اسلام کے خدا نے باہمی حقوق اور واجبات سے مرد وعورت کو مساوی قرار دیا ہے۔ اگر یہ مساوات ہے تو کلام اللہ میں یہ مجرمانہ خیانت ہے۔ کیونکہ قرآن میں علیہن کے بعد وللرجال علیہن درجہ بھی ہے۔ (سینقول جس کو صاحب مضمون چھوڑ دیا۔)

اس کے بعد آپ لازمی کی دعوت دیتے ہوئے علمائے اسلام کو ہدایت کرتے ہیں۔ علمائے اسلام نہایت آزادی کے ساتھ (دین سے آزادی میں کون روک ٹوک ہے۔ گر لکن الملک الیوم کے اعلان سے بھی ڈرے) متفقہ طور پر اعلان کرنا چاہئے۔ کہ آئندہ کے لئے نکاح و طلاق وغیرہ کے معاملات میں انکا ماعزل فقہ کی وہ چند کہنہ جزئیات نہوگی (بلکہ سنیوں کی انہیں کے ساتھ بھی جواز نکاح کا فتویٰ دیا کرو۔ کما افتی بہ مولینا ثناء اللہ لا تشکھوا نکحہم اباءکم کی مخالفت ہی ہو۔ اذین طلاق کے بعد بھی رجعت کر لیا کرو۔ مگر یہ ساری دُنیاء اسلام اس کو حرام اور اس کے بعد کی اولاد کو حرامی قرار بھی دے۔ مگر جب تک قانون کی خلاف ورزی نہ ہو۔ پھر کس کا ڈر ہے)

جو اسلام کی دعوت کے کئی سو سال بعد بعض مخصوص حالات کے ماتحت چند دماغوں نے ترتیب دیں۔ گویا بزرگانِ سلف کو اتباع کتاب و سنت کی کوئی پروا نہ تھی۔ دین کے فدائی۔ کتاب و سنت کے شیدائی آج ہی انگریزی راج میں بارہ تیرہ سو سال بعد برساتی کیتروں کی طرح پیدا ہوئے ہیں۔ اس کا جواب تو ہم سے اچھا فرقہ الہی قرآن دیکھا۔ جو منکرینِ فقہ کی طرح طابق النعل بالنعل حدیث کے متعلق بھی اسی قسم کے خرافات بکتے ہیں۔ قبل میں خوارج و ردائض کی نظیر دیکھ لو۔ ہذا ہم اللہ تعالیٰ غیر متعللوں کو دین کی حیثیت اور علم و اہل علم کا ادب کہاں نصیب۔ غیر متعللوں کی ساری کا وزوری حنفیوں کے ساتھ ہے جن کی فقہ کا مار قرآن و حدیث پر ہے۔ فرقہ الہی قرآن جو منکر و کذب احادیث ہے۔ اس سے ان کو کوئی پرہیز نہیں۔ بلکہ کذب حدیث کے باب میں ان کی تصانیف مجتہد العصر مولوی ثناء اللہ صاحب کے مبلع میں اُن کے زیرِ نگاہی چھتی ہیں۔ واہ بے حمیت۔ انا للہ۔

عام طور پر غیر مقلد مبالغین اپنی تبلیغ نماز سے شروع کرتے ہیں۔ جہاں کوئی جاہل حنفی پہنچ گیا موصوفاً نماز میں ارشاد شروع ہوا۔ بھائی! نماز تہنی ضروری چیز ہے۔ اولیں پریش کش باز ہو۔ مگر جب امام کے پیچھے الحمد نہیں پڑھتے جس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ زور سے آمین نہیں کہتے۔ رفیعین نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ سنت رسول اللہ ہیں۔ دیکھو! یہ حدیث وہ حدیث۔ پھر حنفی بن کر نماز ہی برباد ہوتی رہی تنوجات کی کون سی صورت ہے۔ پھر ایک بار وہ اس سحریائی میں آگیا۔ تو راستہ صاف ہے۔ مگر صاحبِ مضون نے زمانہ حال کے زمانہ الفتلاب کو دیکھ کر عورتوں کے معاملات کی رہبری اپنے ہاتھ میں لے لی۔ بہت مناسب۔ عورتوں کے ذریعے مرد بھی غیر مقلدی کے دام میں باسانی پھنس گئے۔ "النساء حبائل الشیطان" صریح حدیث ہے۔ چنانچہ طلاقات ثلاثہ کو ایک جی قرار دینے کے طفیل غیر مقلدی و قادیانیتہ کو کتنی ترقی نصیب ہو رہی ہے۔ اسی طرح ستہ کے طفیل مشیعہ مذہب کو۔

چونکہ ایسے مہمل مضمون کی تردید کے دے پے ہونا جو الحق فی بطن الشاعس کا مصداق ہے

کوئی علی یا علی فائدہ متصور نہیں۔ ہم اصل ان لادی مسئلہ کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔ ان کا محققاً فمن الله وان كان من دسائش نفسی فاستغفر الله۔

علمائے کرام و اہل الرائے حضرات بنظرِ تعقن اس کو دیکھیں۔ احقر کا خیال ہے کہ اس دینی و دنیوی خسران و خذلان کا اہلی سبب رواجی دینمہر اور حالاتِ زوج کے ساتھ عدم توازن ہے جو عورت کو بصورتِ عدم طلاق از نذاذ تک کی زیادتی پر طیار ہو۔ اس کی چال چلن ہرگز اس قابل نہ ہوگی کہ اپنے زوج کے لئے باعثِ انساٹ و انسراح طبع ہو۔ اور بطیب خاطر اس کو اپنے سے جدا کرنا نہ چاہتا ہو۔ اس پر بھی جو طلاق کی جرات نہیں کرتا۔ تو اس کی وجہ خوفِ مقدمات دینمہر ہے۔ جس کے ادا کے وہ ناقابل ہوتا ہے۔ وہ اسی میں اپنی نجات سمجھتا ہے۔ کہ ایسی جبتہ جو اس کے لئے سوئےن روح بنی ہوئی ہے۔ اس سے کسی طرح دفع ہو۔ اور مہر کی زد سے بھی یہ بچ جائے۔

اب اس کا حقیقی علاج یہی ہے کہ قومی حیثیت سے گرانی مہر کو اٹھایا جائے۔ مہر اتنا جو جس کی اداکاری زوج سے متوقع ہو۔ اس کے بعد بصورتِ باہمی عدم موافقت کے عورت کو اس پر تیار کیا جائے کہ وہ مہر واپس یا معاف کر دے۔ اور زوج طلاق مسنونہ دے دے۔ اس میں حاکم حکومت کسی کی حاجت نہ پڑے گی۔ اور دونوں مابین شتاب سلامت کہتے ہوئے خوش خوش اپنی راہ لیں گے۔ غضب قویہ ہے کہ عورت طلاق بھی چاہتی ہے۔ اور مہر واپس یا معاف کر دینے پر بھی راضی نہیں ہوتی۔ کل پرسوں کا واقعہ ہے۔ کہ یہاں کے ایک عالم کے پاس کوئی عیبی دکھڑا لیتی آئی۔ کہ اس کا شوہر طلاق نہیں دیتا ہے۔ اور تنگ بھی کئے رہتا ہے۔ اس سے علیحدگی کی کوئی صورت بستلے۔ مولانا نے سمجھا یا کہ تم مہر معاف کر دو۔ طلاق دلو ا جیتے ہیں۔ مگر وہ اس پر راضی نہ ہوئی۔ اور واپس لکئی۔ والسلام علی من اتبع الهدی و فارق المہوی۔

اس تحریر سے میرا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے۔ کہ اسباب ناراضی فقط عورتوں کی جانب سے مہیا ہوتے ہیں۔ مردوں کی طرف سے نہیں۔ ہاں مردوں کی جانب سے وجہ ناراضی اکثر قابلِ اصلاح پائی جاسکتی۔ انشاء اللہ جس کی اصلاح فریقین کے حکم کر سکتے ہیں۔

غرض اس کی تفصیلات و مقامی حالات کو مفت می حضرات ہی زیادہ سمجھ سکتے ہیں والسلام۔

ضروری گزارش: جن حضرات کی میعادِ خریداری ختم ہو چکی ہے۔ براہِ کرم وہ اپنا چندہ بذریعہ نمائندہ حیدر اہل جلد روانہ فرمادیں۔ ورنہ آئندہ ماہ کا پرچہ بذریعہ دیہاتی ارسالِ خدمت ہوگا۔

۲، جن اصحاب کی خدمت میں رسالہ بامید قبولیت روانہ کیا جا رہا ہے۔ براہِ کرم وہ اپنا چندہ سالانہ بذریعہ نمائندہ حیدر روانہ فرمادیں۔ ورنہ آئندہ ماہ کا پرچہ بذریعہ دیہاتی حاضر خدمت ہوگا۔

میاں مسند بلوچ

فروال شہ کا کارنامہ تحریف اقوال

اور اس کے چند کچپ نمونے

(۱) مولانا محمد زبیر صاحب عسکری مؤلف مفتاح العلوم شرح مشنوی علانار (۲) یہ مضمون فرقہ غیر مقلدین کی تردید میں لکھا گیا ہے۔ جو اس زمانہ کے اکثر فرقہ ہائے ضالہ شل قادیانہ و چٹرا پورہ کا مورث اعلیٰ ہے۔ اس میں فاضل مضمون نگار نے اس فرقہ کے اصول تحریف پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ اور کتاب حقیقۃ الفقہ اور درایت محمدی جو مذہب حنفی فقہ حنفی اور ائمہ حنفیہ کو بدنام کرنے میں نہایت زہریلی اور خطرناک کتابیں ہیں۔ ان کے مفتر یا نہ ہدایات کی خوب نقلی کھولی ہے۔ ناظرین اسکو توجہ سے مطالعہ فرمائیں گے۔ تو انشاء اللہ اس فرقہ کی کارستانیوں سے کبھی دھوکہ کھانے کا اندیشہ نہیں رہیگا۔ (دیبر)

آج کل فرقہ المجدثیت کے مولوی صاحبان تحریف اقوال کے فن میں نہایت دلیر واقع ہوئے ہیں۔ وہ اپنے مضامین میں اپنے اخبارات میں اپنی تصانیف میں محض مذہب حنفی کو بدنام کرنے کے لئے ایسی دیدہ دلیری سے جھوٹ بولتے اور مقلدین کی عبارتوں میں جبرمانہ کتر بیوت کرتے ہیں جس کے انکار کے لئے کسی جیلہ و بہانہ اور غدر و تادیل کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ اور ہم کو معلوم ہوا ہے۔ کہ اس قسم کا طرز عمل ان لوگوں کے نزدیک شرعاً جائز ہے۔

مولوی امیر علی صاحب بنارس مرحوم نے اپنی کتاب ذوالفقار المقلدین کے آغاز میں نئے المجدثوں کے بعض عقائد سپرد قلم کئے ہیں۔ وہ قلمطراز ہیں۔ کہ چونکہ عقیدہ ان لوگوں کا یہ ہے۔ کہ وہ اپنی کتاب یا اپنی بات کو سچ کرنے کے واسطے جہاں تک ہو سکے۔ جھوٹے حوالے کتاب کے دینے کو درست جانتے ہیں۔ (ذوالفقار المقلدین مطبوعہ نظامی کانپور ۱۲۹۵ھ ص ۵)

اس قول کی صداقت کا ثبوت نئے المجدثوں کی جس تصنیف سے بھی آپ تلاش کریں گے۔ مل جائیگا۔ کیونکہ ان کے ہر مصنف نے جب بھی کسی مضمون یا کتاب کے لکھنے پر قلم اٹھایا ہے۔ تو اپنے اسی مذہبی اصول کے ماتحت کام کیا ہے۔ اور تحریف و تخیلیط۔ کذب و افتراء تحقیق عبارات اور ایجاد حوالجات کے فن کو بدرجہ کمال نیچا دیا ہے۔ حضرت مولانا محمد شاہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ عرصہ ان کے شیخ الشکل مولوی تدجیب بن بنگالی ثم الدہلوی کے حلقہ درس میں شامل رہنے کی بدولت گھرا بھیدی ہوئے

کا شرف بھی رکھتے ہیں۔ اکن لٹکا کا طلسم لویں توڑتے ہیں :-

عقیدہ ثامنہ مصنف معیار (یعنی شیخ اکل) کا یہ ہے کہ واسطے رواج دینے اپنے قاعدہ اور مسئلہ کے جھوٹے حوالے کتب اہلسنت کے دینے درست ہیں۔ واسطے تسلی خاطر عوام اور جہلانے اور اسی طرح جلیے کو کہیں بڑھا دیتا اور کہیں گھٹا دینا اپنا مطلب بنانے کے لئے اس واسطے کہ اگر نہ بڑھائے یا نہ گھٹائے تو اصل مطلب اس کا اس عبارت سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور بن نہیں سکتا۔ اس غرض سے مصنف معیار کہیں بڑھا دیتا ہے اور کہیں گھٹا دیتا ہے۔ موافق غرض اپنی کے (مدار الحق ص ۷۰)۔

اس کے بعد مؤلف علامہ مدار الحق نے چند نظائر ایسے بیان کئے ہیں جن میں شیخ اکل نے اپنی کتاب معیار الحق میں اسی قریب وہی سے کام لیا ہے۔ مگر وہ نظائر دقیق علمی بحث پر مشتمل ہیں۔ ہمارے ناظرین میں سے اکثر کی سمجھ میں نہیں آئیں گے۔ ذیل میں ہم کتاب حقیقۃ الفقہ سے اہل حدیثی دروغ گوئی و کذب بیانی کی چند مثالیں اور ایک مثال مولوی محمد مین دہلوی کی درایت محمدی سے پیش کرتے ہیں جن کو انشاء اللہ سارے ناظرین بخوبی سمجھیں گے۔

مولوی محمد یوسف مؤلف حقیقۃ الفقہ نے اپنے شیخ اکل کی اس سنت پر جس فراخ دلی اور حوصلہ مندی سے کام لیا ہے اس نے حقیقۃ الفقہ کے صفحہ صفحہ کو کذب و دروغ کا مرقع بنا دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

۱) حقیقۃ الفقہ کے صفحہ ۸۵ پر امام اعظم رحمہ اللہ پر قلت علم حدیث کا بہتان بانہتے ہوئے لکھا ہے سبب دوم عدم تلاش احادیث۔ چنانچہ علامہ شبلی نعمانی سیرۃ النعمان مطبوعہ مجتہبی ص ۷ میں لکھتے ہیں کہ ”امام صاحب کے مزاج میں تکلف تھا۔ اکثر خوش لباس رہتے تھے۔ کبھی کبھی سبخاب و قاقم کے جیسے بھی استعمال کرتے تھے۔ الخ“

ایضاً ص ۷ میں لکھتے ہیں کہ ”ایسے شخص کو طلب حدیث کے لئے عراق حجاز مصر میں شام کا سفر کرنا اور علم حدیث کی طالب علمی سے برسوں کا ٹٹنا اور احادیث حفظ کرنی اور زحمت طول سفر اٹھانی دشوار بلکہ ناممکن کہنا چاہیئے۔ اس وقت حدیث کا ایک جگہ مجموعہ تو تھا ہی نہیں۔ کہ اس کو منگا کر انسان فی حدیث میں شوق پیدا کر لیتا۔ اس زمانہ میں تو محدثین اہل روایت مقامات مختلفہ میں رہتے تھے۔ اور حدیثوں کے حافظ ہوتے تھے۔ کسی کے پاس اجزا بھی ہوتے تھے۔ تو ایسے نہیں کہ مجموعہ حدیثوں کا پورا یا قدرِ چند بہ مرتب ہو۔“ (مقتل قول شبلی در سیرۃ النعمان)

اس کے بعد مؤلف نے اپنی طرف سے یہ نوٹ لکھ کر اپنا دل خوش کر لیا۔ کہ چونکہ مشقت سفر آرام طلب اشخاص سے بہت مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے امام صاحب کو فہمی میں عادی فقہ کی مجلس کو غنیمت سمجھ کر ان کے مسائل یاد کرتے رہے۔ الخ۔ (بقیہ صفحہ نمبر ۴۱ پر ملاحظہ ہو)

میزانیت کے رد میں لاجواب کتب ہیں !!!

ختم رسالت - مؤلف ماسٹر محمد مسلم صاحب بی۔ اے
 لاہوری۔ اس کتاب میں نہایت مہذبانہ پیرایہ میں میرزا یوں
 کے تمام دلائل کی ترویج کی گئی ہے اور عقلی و نقلی دلائل سے
 ثابت کیا گیا ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
 کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ قیمت ۱۲
 مہیا بلہ پاکٹ بک - مولانا عبدالکریم صاحب لوی
 فاضل ایڈیٹر مہیا بلہ کے نام نامی سے ہر گناہ چھاپا آدمی حقیقت
 ہے۔ مولانا مدوح قادیانوں کے زبردست مبلغ تھے۔ آپ نے
 قادیانیت سے قطع تعلق کے بعد قادیان کے سربستہ زانو
 کا انکشاف اس جرأت سے کیا کہ قادیان کے درودیو اور لرنرز
 کوئے میرزا یوں کے قصہ خلانت میں مل جل چکائی۔ آپ نے
 حال ہی میں میرزا یوں کی پاکٹ بک کے جواب میں مہیا بلہ
 پاکٹ بک تصنیف فرما کر مسلمانوں پر احسانِ عظیم فرمایا ہے
 سائز جیبی۔ نہایت خوشنما جلد جس پر شہری حروف میں کتاب کا
 نام لکھا ہوا ہے۔ اس کتاب میں میرزا یوں کا رد و نقیض
 پیرایہ میں بطر جدید کیا گیا ہے۔ مولانا مدوح قادیانی لٹریچر
 سے خاص واقفیت رکھتے ہیں۔ اسلئے یہ کتاب مبلغین اسلام
 کیلئے بے حد مفید ثابت ہوگی۔ قیمت علم رعایتی ۱۲
 تحفہ میرزا بیہ بی بی تحفہ اسلام کے دسمبر سہ ماہیہ کا
 ایڈیشن جو قادیان نمبر کے نام سے موسوم ہوا تھا۔ اس میں نہایت
 عمدہ معائن قادیانوں کے رد میں درج ہوئے ہیں۔ قیمت ۴

ختم نبوت مؤلف مولوی ابوالنور محمد شریف صاحب کوٹلی
 دہران ضلع یا لکوٹہ اس کتاب میں قابل مؤلف میرزا یوں
 کی پاکت بک میں سے اجراء نے نبوت کے دلائل کا دندان
 شکن جواب دیا ہے قیمت چار آنہ۔
 بارقہ ضمیمہ نرائیوں کی مایہ ناز کتاب تفہیمات پر
 نعت تبصرہ قیمت ۴۸
 تحریک قادیان مؤلف جناب سید حبیب
 مالک اخبار ریاست لاہور۔ قادیانیوں کے عقائد پر مکتل
 تبصرہ اور رد۔ قیمت ایک روپیہ
 سودائے میرزا مؤلف حاجی حکیم دائرہ تجلی صاحب
 اس رسالہ میں طبی دلائل اور میرزا صاحب کی تحریرات سے
 ثابت کیا گیا ہے کہ میرزا غلام احمد قادیانی نہ بنی تھے نہ
 مسیح نہ مجدد تھے اور نہ ہی ولی۔ بلکہ مرض بالخیلیا کے
 مریض تھے۔ ان کے کل الہامات اور دعاوی محض مرض
 بالخیلیا کے باعث تھے یہ رسالہ اب دوبارہ مہ اضافہ کے
 طبع ہوا ہے جس میں فصل مؤلف نے میرزا یوں کی بعض تحریریں
 کا دندان شکن جواب دیا ہے۔ قیمت ۵
 تذکرہ مشائخ بگوئے حجاب مشہور معروف علی خاندان
 کے تاریخی مستند حالات حضرت مولانا محمد نصیر الدین صاحب
 رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات مطالعہ کرنے کے خواہشمند حضرات
 اس کو قیمت چار آنہ طلب فرما سکتے ہیں

ملنے کا یہ

منہ کا پتہ
نیچر جرنل سائنس الاسلام بھیر پنجاب

مَنْ الصَّارِي إِلَى اللَّهِ

یہ زمانہ مادہ پرستی اور سرمایہ داری کا ہے۔ دین و دنیا کا کوئی کام بھی بغیر سرمایہ کے نہیں چل سکتا۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ ہم جن مقاصدِ علمی کو لیکر آئے ہیں اور جو پیغامِ حیات مسلمانوں تک پہنچانا چاہتے ہیں اس کے لئے کتنے سرمایہ کی ضرورت ہے جس کے بل بوتے پر خدا کا پیغام خدا کے بندوں تک پیغامِ وصل پہنچا ہے۔ مگر آہ! ہم غریبوں کے پاس اتنا سرمایہ کہاں۔ اس پر ممتاز ادیبہ کہ شمس الاسلام کے سر پر نہ کسی سرمایہ دار کا ہاتھ ہے۔ نہ حکومت کی خوشامد و چالپوسی کی روپیہ سی و سنہری مصلحتیں جو اس کے اخراجات کی کفیل ہوں۔ نہ اس میں حسن و عشق کی عریاں تصویریں اور داستانیں ہی ہونگی جو خورنگین مزا جوں کو اپنی طرف کھینچ لیں۔ اور نہ اس کا کوئی تجارتی پہلو ہی ہوگا کہ وہ کتابوں کی تجارت سے اپنے اخراجات پورے کرے۔ لے دے کے اسے ایسے خدا کارانِ اسلام ہی کا سہارا ہے جو اپنے سینوں میں تبلیغِ اسلام کی ٹرپ اور خدمتِ دین کا درود احساں رکھتے ہیں۔

ہم ان مسلمانوں سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ جو تبلیغِ دین اور احساںِ فرض کا سچا جذبہ اپنے سینوں میں رکھتے ہیں جو دنیا میں اس لئے آئے ہیں کہ کفر و شرک کی طاغوتی طاقتوں اور شیطانی قوتوں کو پکڑیں پاش کر کے خدا کی حکومت قائم کر دیں۔ اور جو اسلام کی حمایت و حفاظت میں اپنا جان و مال سب کچھ قربان کرنے کے تیار ہیں کہ جہاں ہم رسالہ کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہاں آپ اپنے فرض سے غافل رہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کتنے مسلمان اللہ کے نام پر شمس الاسلام کی امداد و توجہ کی طرف دستِ نرم بڑھاتے ہیں۔

ڈیڑھ روپیہ سال میں تبلیغِ اسلام کے لئے خرچ کر دیا کوئی بڑی بات نہیں بشرطیکہ آپ اپنے فرض کا احساں کریں۔ اگر یہ نہ ہو تو کچھ بھی نہیں۔ نہ معلوم آپ کے کتنے ڈیڑھ روپے یا دو سنتوں کی خوشنودی میں خرچ ہو جاتے ہوں گے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ ڈیڑھ روپے سے خدا کی خوشنودی اور جنتِ حشر میں لیں۔ اگر شمس الاسلام کا ہر خبر بیدار تہہ کہے کہ وہ کم از کم دو خبر بیدار ضرور دے گا۔ تو بس بیٹا پار ہے۔ اب دیکھا یہ ہے کہ ہماری یہ حقیر ذہینیز اور رائیگاں جاتی ہے یا اثر کو بھی ساتھ لاتی ہے۔ کہیں بصدِ حشرت دیاس یہ نہ کہنا پڑے۔

۵

میری نسا زخانہ پڑھائی غیروں نے
مرے تھے جن کے لئے وہ ہے وضو کرتے

خدا کرے کہ اس طرف وہ پاک رہیں متوجہ ہوں جو نہ ہی فضائل میں جلوہ فگن ہیں۔ ایسے قلمدانوں کی چھاؤں میں ہم

اپنے ارادوں میں کامیاب ہوں +
نغمہ حریرہ شمس الاسلام - بحیرہ دنیاب
باہتمام نواز احمد بکوی ایڈیٹر نغمہ حریرہ شمس الاسلام پریس گزٹ آف چیپٹر دفتر شمس الاسلام بحیرہ سے شائع ہوا۔